استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جولائی ۱۹۶۵ء

چندہ سالانہ ۶ روپے
فی پرچہ ۶۲ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِستبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؑ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

ربیع الاوّل سنہ ۱۳۸۵ھ ــــــ وفا ۱۳۴۴ھش

جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

سرپرست

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد مدظلہ

صدر مجلس خدام الاحمدیہ

ایڈیٹر

لطف الرحمٰن محمود

نائب

محمد شفیق قیصر

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

گزارشات

مرکز کی تقدیس

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد مدظلہ العالی صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے حال ہی میں ربوہ میں نوجوانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں پر زور دیا ہے کہ وہ ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں جو مرکز میں رہنے کی وجہ سے اُن پر عائد ہوتی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ربوہ کے قیام کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ربوہ کوئی عام شہر نہیں بلکہ اسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس مقصد (یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعتِ اسلام) کی تائید کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس بستی کی بنیاد مسیحائے زماں کے لختِ جگر، مسیحی نفس ابراہیم صفت انسان نے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ رکھی اور اس کے چپے چپے کو جبینوں سے بسانے اور اس کی فضا کو تسبیح و تہلیل سے مرتعش اور درود و سلام سے معطر کرنے کا خواب دیکھا ——— آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی تعبیر ہمارے سامنے ہے ——— آج ربوہ بفضلہ تعالیٰ اشاعتِ اسلام کا مرکز ہے ——— اسے اُس "چھاؤنی" کا مقام حاصل ہے جہاں سے دیارِ غیر میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی پیغام کی اشاعت کے لئے مجاہدین روانہ ہوتے ہیں۔ جہاں ترقیٔ اسلام، قیامِ شریعت اور تزکیۂ نفوس کے لئے منظم رنگ میں جدوجہد جاری ہے۔ اس لحاظ سے ربوہ ایک خاص بستی ہے اور اپنے عظیم الشان مقصد کے دعویٰ کی وجہ سے آج لوگوں کی نظروں کا مرکز ہے۔ اور اپنے اور غیر بڑی متجسس نگاہ سے ربوہ میں بسنے والے مردوں، عورتوں، بوڑھوں، نوجوانوں اور بچوں کی حرکات و سکنات اور اقوال و افعال کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔!

یہ بھی ایک عمرانی اور سماجی حقیقت ہے کہ کسی شہر اور بستی، گاؤں یا انسانی اجتماع کی اور کسی بھی صورت میں سو فیصد تطہیر ممکن نہیں۔ غیر تربیت یافتہ عنصر کے موجود رہنے کا امکان ہے کہ نور کے ساتھ ظلمت کا وجود ازل سے چلا آتا ہے اور غالباً تا ابد چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی ستیزہ کار رہے گا لیکن اس کے باوجود ہمارا فرض ہے کہ غیر تربیت یافتہ عنصر کی اصلاح کی طرف توجہ کریں اور انہیں ان ذمہ داریوں سے مطلع کریں جو مرکز میں قیام کی وجہ سے ان پر عائد ہوتی ہیں۔ ہر شعبۂ حیات میں نیک نمونہ دکھانا ہمارا ایک اہم فرض ہے تا ہم میں سے کسی کی نازیبا حرکت یا بد اخلاقی کے مظاہرے کی وجہ سے ہدایت کی کسی متلاشی روح کو ٹھوکر نہ لگے۔!

اپنے پُرسوز خطاب میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے نوجوانوں کو تلقین فرمائی ہے کہ مرکز کی تقدیس کو قائم رکھیں۔

نیکی، تقویٰ، خدا ترسی، پابندیٔ نماز، شعارِ اسلام کا احترام، مخلوق کی ہمدردی، تنظیم سے وفاداری، قومی غیرت، غرض ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہمارا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔ مرکز میں رہائش اختیار کرنے والوں سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو توقعات وابستہ فرمائی ہیں انہیں مدنظر رکھنا اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنا ہمارا فرض ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ فرماتے ہیں :-

"ربوہ کی بنیاد کی غرض یہ تھی کہ یہاں زیادہ سے زیادہ نیکی اختیار کرنے والے اور دیندار لوگ آباد ہوں۔ اس مقام کی بنیاد اس لئے رکھی گئی تھی کہ وہ دین کی اشاعت کا مرکز ہو۔ پس یہاں بسنے والوں کو اس غرض سے بسنا چاہیئے کہ وہ یہاں رہ کر دین کی اشاعت میں دوسروں سے زیادہ حصہ لیں گے ہم نے اس مقام کو اسلئے بنایا ہے کہ تا اشاعتِ دین میں حصہ لینے والے لوگ یہاں جمع ہوں اور دین کی اشاعت کریں اور اس کی خاطر قربانی کریں۔ پس تم یہاں رہ کر نیک نمونہ دکھاؤ اور اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ تم خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کر لو اگر تم اس کی رضا کو حاصل کر لو تو ساری مصیبتیں اور دکھ دُور ہو جائیں اور راحت کے سامان پیدا ہو جائیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ مئی ۱۹۵۴ء)

آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نصیحت نوجوانوں کی توجہ کے لئے پیش خدمت ہے حضور فرماتے ہیں :-

"اللہ کو بہت یاد کرو۔ ہر وقت دعا میں لگے رہو اور اپنی حالت کی تبدیلی کرنے کی کوشش کرو۔ تم اس وقت دوسری قوموں کے لئے نمونہ ہو۔ پس اپنے تئیں نیک نمونہ بناؤ۔ امام ابوحنیفہؒ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک لڑکے کو دیکھا جو کیچڑ میں دوڑا دوڑا جا رہا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا دیکھو میاں لڑکے کہیں پھسل نہ جانا۔ لڑکے نے کہا آپ اپنا خیال رکھیئے کیونکہ میں پھسل گیا تو خیر مجھے تکلیف پہنچے گی مگر آپ کے پھسلنے سے ایک جہان پھسلے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں اس سے بہتر کسی کی نصیحت نے مجھ پر اثر نہیں کیا۔ اور یہ ہے بھی سچ۔ اسی طرح تمہاری لغزش کا اثر صرف تمہیں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ دُور تک جاتا ہے۔ پس سوچ سوچ کر قدم اٹھاؤ۔"

(خطباتِ نورؒ صفحہ ۲۸۶ حصہ دوم)

کامیاب طلبہ کی خدمت میں!

سیکنڈری سکول امتحان میں شامل ہونے والے احمدی طلبہ کی خدمت میں کچھ گزارشات گزشتہ شمارہ میں پیش کی گئی تھیں ادارہ کامیاب ہونے والے طلبہ کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کامیابی کو ہر لحاظ سے مبارک فرمائے اور ان کے عزائم اور نیک ارادوں میں برکت ڈالے۔ ان کامیاب طلبہ میں جو نوجوان مزید تعلیم کے لئے آگے آئیں ان کی خدمت میں گزارش

ہے کہ وہ ان عظیم ذمہ داریوں کو محسوس کریں جو الٰہی جماعت کا اہم فرد ہونے کی وجہ سے اُن پر عاید ہوتی ہیں۔ علم کو صرف "روٹی" کا ذریعہ بنا لینا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں۔ علم معرفتِ الٰہی کا زینہ ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ علم کے اِس پہلو کو ہمیشہ مدنظر رکھیں اور نیکی، تقویٰ، خدا ترسی اور مخلوق کی ہمدردی کو اپنا شعار بنائیں اور علم کو "خدمتِ دین کا ایک وسیلہ اور ذریعہ" سمجھ کر حاصل کریں۔ احمدی طلبہ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس لرزہ بر اندام کر دینے والے ارشاد کو غور سے پڑھنا چاہیے جس میں حضورؑ بڑے درد سے فرماتے ہیں:-

"عموماً سب پڑھنے والے اپنی دنیا کے لئے مر رہے ہیں اور اُس کُتّا کی مانند ہیں جو ایک دفن کئے ہوئے مُردار کی مٹی اپنے پیروں سے کھودتا ہے اور جب وہ مُردار ننگا ہو جاتا ہے تو اُسے کھاتا ہے۔ اسی طرح ان پڑھنے والوں میں سے بڑا گروہ تو ایسا ہی ہے کہ اس مُردار کی تلاش میں ہیں اور جب وہ مُردار انہیں مل گیا تو پھر ہم کہاں اور وہ کہاں؟ آخر انہی باپوں کے فرزند ہیں جنہوں نے دنیا کو قبول کر رکھا ہے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دنیا کو تین طلاق بھیج کر ہماری راہ پر چلیں گے اور ہمارے سلسلہ کے لئے اپنی عمریں وقف کر دیں گے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے، ہمارا کانشنس ہرگز اِس بات کو قبول نہیں کرتا بلکہ اکثر لڑکے اپنی دنیا کے لئے مرتے ہیں۔ اور جب اِس قدر کوئی ڈگری حاصل کر لیں گے کہ جس سے وہ نوکر ہو سکیں تب وہ فی الفور روحانی تناسخ کو قبول کر کے ایک اور جُون میں آجائیں گے۔ بھلا جوشِ جوانی کی ہزاروں ظلمتوں اور جذبات سے باہر آنا سہل بات ہے؟ یا ہر ایک کا کام ہے؟ نہیں بلکہ نہایت مشکل ہے!! لیکن میری اُمیدیں اُن غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔ اے بننا چاہتے ہیں اور نہ ایم۔ اے۔ بلکہ بقدرِ کفایت معاشِ دنیا اختیار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں ہر دم یہ خلش ہے کہ کسی طرح ہم نیک انسان بن جائیں۔"

(اشتہار "لنگر خانہ کے انتظام کے لئے" ۵ر مارچ ۱۹۰۲ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کراچی کے احمدی طلبہ کو نصیحت فرماتے ہوئے احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کی دستوریہ کی کاپی پر جن تاثرات کا اظہار فرمایا تھا وہ ہر مخلص احمدی طالب علم کے لئے مشعلِ راہ کا حکم رکھتے ہیں۔ طلبہ کی توجہ کے لئے وہ تاثرات بھی پیشِ خدمت ہیں:-

"کالج کے طلبہ پر دوسرے نوجوانوں سے زیادہ ذمہ داری ہوتی ہے کیونکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کو سلسلہ کی ضرورتوں کا خود مطالعہ کر کے مقامی امیر اور کارکنوں سے مشورہ کر کے اپنا پروگرام بنانا چاہیئے۔ تا ان کے "کالج فیلو" بھی محسوس کریں کہ یہ لوگ ملک اور قوم اور ملت کا سچا جوشِ خدمت رکھتے ہیں اور ان کی فوقیت تسلیم کرنے پر مجبور ہوں۔ اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بھی ان پہ طے حدمی اپنی فوقیت نہیں منوا سکتا وہ ایک بے کار وجود ہے۔" (الفضل ۵ ستمبر ۱۹۶۲ء)

معارف القرآن

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران ۱۹)

ترجمہ :۔ اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور علم والے بھی انصاف کو قائم کرتے ہوئے (یہی گواہی دیتے ہیں) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح :۔ خدا تعالیٰ کا وجود نہاں در نہاں ہے اس لئے اس کا طریق یہی ہے کہ اول وہ اپنی ذات کا خود ثبوت دیتا ہے۔ پھر ملائکہ گواہی دیتے ہیں۔ چونکہ ملائکہ دنیا کے کاموں کے لئے علّت العلل ہیں اس لئے ان کی شہادت سے مراد دنیا کے ذرہ ذرہ کی شہادت ہے نیز ملائکہ کی شہادت یہ بھی ہے کہ انہی لوگوں پر ان کا نزول ہوتا ہے جو توحید کے قائل ہیں پھر ان کی ایک عجیب شہادت یہ بھی ہے کہ (ان کے تصرف کے ماتحت) ہر انسان مصیبت کے وقت تمام شریکوں کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

واولوا العلم قائما بالقسط :۔ قسط کا مطلب ایسا عدل ہے جس میں اپنی جگہ کسی کے حقوق و واجبات کو پورا پورا ادا کر دیا جائے۔ اگر قائما بالقسط اللہ تعالیٰ کے متعلق سمجھیں تو یہ مراد ہوگی کہ خدا تعالیٰ جو انصاف کو قائم کرنے والا ہے وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا دوسرے معنے یہ بھی کئے جا سکتے ہیں کہ اولوا العلم اگر انصاف سے کام لیں تو یہی گواہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد لاشریک ہے +

معارف الحدیث

(حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

"آج مَیں آپ لوگوں کو ایک حدیث کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ۔ خوب کان کھول کر سُن لو کہ انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ لوتھڑا ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم انسانی ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ لوتھڑا خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم انسانی خراب ہو جاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ سُنو وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔

ایک زمانہ میں قادیان مرکز تھا۔ اب عارضی طور پر ربوہ مرکز ہے۔ پھر علاقوں کی مرکزی جماعتیں نقطۂ مرکزی کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ بیرونی جماعتوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ بہرحال مرکز میں کوئی خرابی پیدا ہوگی تو بیرونی جماعتیں بھی اس سے متاثر ہوں گی۔ مرکز میں اگر نمازوں میں سُستی یا چُستی پیدا ہو جائے تو باہر سے جب کوئی مہمان آئے گا تو وہ یہاں سے کچھ باتیں اخذ کرلے گا اور اپنے گاؤں جا کر کہے گا کہ مَیں نے ربوہ دیکھا ہے کہ لوگ نمازوں کے بہت پابند ہیں۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اِسی طرح بہت حد تک اس جماعت کے لوگ پابند ہو جائیں گے لیکن اگر وہ مہمان مرکز سے بُرا اثر لے کر گیا تو جب کوئی اُٹھ کر لوگوں کو نماز کی پابندی کی تلقین کرے گا تو وہ شخص کہے گا مَیں ربوہ گیا تھا وہاں بھی لوگ نماز کے پابند نہیں۔ اس طرح جماعت میں سُستی پھیل جائے گی۔

پس اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ۔ مرکز وہ جگہ نہیں ہو سکتی جہاں باہر سے لوگ نہ آئیں۔ اور جب باہر سے لوگ آئیں گے وہ دیکھیں گے بھی، وہ سُنیں گے بھی اور وہ اپنے گاؤں جا کر باتیں بھی کریں گے۔

پس ربوہ پر ویسی ہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جیسی ذمہ داریاں پہلے قادیان پر تھیں اور اب بھی ہیں۔ بلکہ اب ربوہ کا جماعت پر زیادہ وسیع اثر ہے۔ کیونکہ عارضی طور پر خلافت ربوہ آگئی ہے۔ ... جب تک ربوہ میں خلافت ہے اسے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ اہمیت ساری دنیا پر اثر انداز ہوگی ......" (الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۵۱ء)

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

در دلم جوشد ثنائے سرورے آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

میرے دل میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا جوش مار رہی ہے جن کا خوبی میں کوئی ہمسر نہیں

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

جس کی جان خدائے واحد کے حُسن کی عاشق ہے اور جس کی رُوح اس دلبر سے ملی ہوئی ہے۔

آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے

جو نیکی، بزرگی اور مہربانی میں ایک بیکراں سمندر ہے اور کمالِ لطف میں ایک نایاب موتی کی مانند ہے

آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

جو بخشش اور سخاوت میں موسم بہار کا بادل ہے اور فیض و عطا میں ایک چمکتے ہوئے سورج کی مثل ہے۔

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے آں کریم و جُودِ حق را مظہرے

جو رحیم و مہربان ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کا مجسم نشان ہے۔ جو کریم ہے اور خدا تعالیٰ کی بخشش و عطا کا مظہر ہے۔

آں رُخِ فرّخ کہ یک دیدارِ او زشت رُو را میکند خوش منظرے

اُس کا حسین و جمیل چہرہ اتنا مبارک ہے کہ اس کا ایک دیدار ہی بدصورت کو حسین و جمیل بنا دیتا ہے۔

آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

وہ ایسا روشن دل ہے جس نے سینکڑوں سیاہ دلوں کو ستارہ کی مانند روشن اور تابندہ بنا دیا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ اوّل کی ایک طویل نظم سے)

"احصان اور عفّت" ۔۔۔ (جنسی پاکیزگی)

(حضرت سلطان القلم مسیح موعود علیہ السلام)

پہلا خُلق احصان کے نام سے موسوم ہے اور اس لفظ سے مراد خاص وہ پاکدامنی ہے جو مرد اور عورت کی قوتِ تناسل سے علاقہ رکھتی ہے اور محصن یا محصنہ اُس مرد یا اُس عورت کو کہا جائے گا جو حرام کاری یا اُس کے مقدمات سے مجتنب رہ کر اس ناپاک بدکاری سے اپنے تئیں روکیں جس کا نتیجہ دونوں کے لئے اس عالم میں ذلّت اور لعنت اور دوسرے جہان میں عذابِ آخرت اور متعلقین کے لئے علاوہ بے آبروئی نقصانِ شدید ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کی بیوی سے ناجائز حرکت کا مرتکب ہوا یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اس کے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے ظہور میں آویں تو کچھ شک نہیں کہ اس غیرتمند مظلوم کی ایسی بیوی کو جو زنا کرانے پر راضی ہو گئی تھی یا زنا بھی واقعہ ہو چکا تھا طلاق دینی پڑے گی اور بچوں پر بھی اگر اُس عورت کے پیٹ سے ہوں گے بڑا تفرقہ پڑے گا اور مالکِ خانہ یہ تمام نقصان اس بدذات کی وجہ سے اٹھائے گا۔

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خُلق جس کا نام احصان یا عفّت ہے یعنی پاکدامنی یہ اسی حالت میں خُلق کہلائے گا جبکہ ایسا شخص جو بدنظری یا بدکاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے یعنی قدرت نے وہ قویٰ اس کو دے رکھے ہیں جن کے ذریعہ سے اس جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس فعلِ شنیع سے اپنے تئیں بچائے۔ اور اگر بباعث بچہ ہونے یا نامرد ہونے یا خوجہ ہونے یا پیرِ فرتوت ہونے کے یہ قوّت اس میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں ہم اُس کو اِس خُلق سے جس کا نام احصان یا عفّت ہے موصوف نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عفّت اور احصان کی اس میں ایک طبعی حالت ہے۔ مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ طبعی حالتیں خُلق کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتیں بلکہ اُس وقت خُلق کی مد میں داخل کی جائیں گی جبکہ عقل کے زیرِ سایہ ہو کر اپنے محل پر صادر ہوں یا صادر ہونے کی قابلیت پیدا کر لیں۔ لہٰذا جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ بچے اور نامرد اور ایسے لوگ جو کسی تدبیر سے اپنے تئیں نامرد کر لیں اِس خُلق کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے۔ گو بظاہر عفّت اور احصان کے رنگ میں اپنی زندگی بسر کریں بلکہ تمام صورتوں میں ان کی عفّت اور احصان کا نام طبعی حالت ہو گا نہ اور کچھ۔ اور چونکہ یہ ناپاک حرکت اور اس کے مقدمات جیسے مرد سے صادر ہو سکتے ہیں ویسے ہی عورت سے بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا خدا کی پاک کتاب میں دونوں مرد اور عورت کے لئے یہ تعلیم فرمائی گئی ہے:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

لے ۲۴ : ۳۰ - ۳۱

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى
جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ
بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ
مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ
جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥[2] وَلَا تَقْرَبُوا
الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ
سَبِيْلًا ٥[3] وَلْيَسْتَعْفِفِ
الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا[4]
وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا
مَاكَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا
ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا
رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا[5]

یعنی ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہدے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کُھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں - اور ایسے موقعوں پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں - اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں - ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سُنے۔ اُن کے حُسن کے قصے نہ سُنے - یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کیلئے عمدہ طریق ہے - ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مَردوں کو دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں - یعنی اُن کی پُرشہوات آوازیں نہ سُنیں اور اپنی ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں - اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آ جائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں - اور اپنے پَیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں - یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔

اور دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے - زنا کے قریب مت جاؤ - یعنی ایسی تقریبوں سے دُور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو - اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو - جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے - زنا کی راہ بہت بُری ہے یعنی منزلِ مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لئے سخت خطرناک ہے - اور جس کو نکاح میسّر نہ آوے چاہیئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے - مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے - اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار رہیں یا خوجے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں - مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کئے - اسی لئے وہ ان بدعتوں کو پورے

---

[1] ۳۲:۲۴ [2] ۳۱:۲۴ [3] ۳۳:۱۷ [4] ۳۴:۲۴ [5] ۲۸:۵۷ -

طور پر نباہ نہ سکے۔ خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے۔ تو اس صورت میں بنی آدم کی قطعِ نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ عضوِ مردمی کو کاٹ دیں تو یہ در پردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا۔ اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار اس بات میں ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا۔ ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اس کو کیا ثواب ملے گا۔ کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے؟

پاکدامن رہنے کے لئے پانچ علاج!

اِن آیات میں خدا تعالیٰ نے خلقِ احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاکدامن رہنے کے لئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں۔ یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا، کانوں کو نامحرموں کی آواز سُننے سے بچانا، نامحرموں کے قصے نہ سُننا۔ اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا، اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے۔ اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے، جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اسکے جذباتِ شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام اندازِ ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں۔ اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سُن لیں اور ان کے حُسن کے قصے بھی سُنا کریں، لیکن پاک خیال سے سُنیں۔ بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے۔ اور اُن کی خوش الحانی کی آوازیں اور اُن کے حُسن کے قصے نہ سُنیں، نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں چاہیئے کہ اُن کے سُننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مُردار سے، تا ٹھوکر نہ کھا دیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اسلئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کُتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر ہم اُمید رکھیں کہ اس کُتے

کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آئے جس سے بدخطرات جنبش کر سکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے۔ کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اِس تمدّنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔ اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خُلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خُلق ہے جس کو احصان یا عفّت کہتے ہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۶)

نماز میں توجّہ قائم رکھنے کے طریق

(بقیہ صفحہ ۱۸)

اور پھر فرائض کی طرف پوری توجہ کر سکے۔ اسی طرح فرائض کے بعد بھی سُنتیں مقرر کر دیں تاکہ اگر نماز کے بعد کوئی ضروری کام ہو تو فرائض کے خاتمہ سے پہلے اس کے خیالات دل میں آکر نماز خراب نہ کریں۔ بلکہ انسان اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرلے۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ایسے خیالات عموماً اُسی وقت ہی آکر ستاتے ہیں جبکہ پہلا کام ختم ہونے کو ہو اور دوسرے کے شروع کرنے کا ارادہ ہو۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ مَیں ابھی فارغ نہیں ہوا بلکہ ابھی سُنتیں پڑھنی ہیں تو پھر اس کے خیالات دبے رہتے ہیں"۔

(ذکر الٰہی صفحہ ۵۸ تا ۶۲)

صبر اور قربانیوں کی تلقین!

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا کلام)

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنسِ وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا وہ اپنا خون ہی پیئے گا
دشمن سرِ حق کے پہاڑ سے گر ٹکراتا ہے ٹکرانے دو

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشکِ چمن اک دن
ہے قادرِ مطلق یار مرا تم میرے یار کو آنے دو

جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی ان سے ڈرتی ہے
تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو

میخانہ وہی ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل
ہے دشمن خود بھینگا جسکو آتے ہیں نظر پیمانے دو

محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اس پہ توکل کر کے چلو آفات کا خیال ہی جانے دو

نماز میں توجہ قائم رکھنے کا طریق

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

ہر مرد مومن پر نماز کی فضیلت واضح ہے۔ فحشاء، برائیوں اور دیگر کمزوریوں سے بچاتی ہے۔ نماز باجماعت کی تمام شرائط کے ساتھ پابندی ہر احمدی نوجوان کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔ نماز میں لذت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب حضورِ قلب میسر ہو۔ کئی نوجوان نماز میں حضورِ قلب کے حصول کے ذرائع کے متعلق دریافت کرتے رہتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دسمبر ۱۹۱۶ء کے جلسہ سالانہ کی ایک تقریر دلپذیر میں (جو "ذکرِ الٰہی" کے نام سے طبع ہوئی تھی) ان ذرائع پر روشنی ڈالی تھی۔ یہ اقتباس پیشِ خدمت ہے۔ (ایڈیٹر)

نماز میں توجہ قائم رکھنے کا طریق

"نماز میں کس طرح توجہ قائم رہ سکتی ہے۔ اس کے متعلق بہت لوگ ہمیشہ پوچھا کرتے ہیں۔ آج میں اس کے طریق بتاتا ہوں۔ کچھ تو ایسے ہوں گے جنہیں آپ استعمال میں لاتے ہیں۔ مگر درحقیقت ان سے کام نہیں لیتے۔ اور جو کام لیتے ہیں وہ ضرور فائدہ بھی اٹھاتے ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ شریعت نے توجہ قائم رکھنے کے لئے نماز میں ہی کچھ قوانین بتا دیئے ہیں۔ مگر ناواقفیت کی وجہ سے اکثر لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس کے علاوہ کچھ طریق میں ایسے بتاؤں گا جن سے لوگ عام طور پر واقف ہیں اور ان پر کاربند نہیں حالانکہ ان پر عمل کرنے سے نماز میں توجہ قائم رہ سکتی ہے۔ پہلی قسم کے طریقوں کے بیان کرنے سے پہلے میں اس قدر بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک ایسا مادہ رکھا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو استعمال کر رہا ہو اور ساتھ ساتھ اس کا فائدہ بھی سوچتا جائے اور اس پر یقین رکھے تو اسے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یورپ میں سینڈو ورزش کا استاد گزرا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ صحت اور طاقت کے لئے ورزش کرو۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتے جاؤ کہ ہمارے بازو مضبوط اور پٹھے سخت ہو رہے ہیں؟ واقعہ میں ورزش سے بازو مضبوط ہوتے ہیں۔ مگر جب اس بات کو ورزش سمجھ کر کیا جائے کہ اس کا اثر جسم پر کیا پڑ رہا ہے تو اس اثر کو قبول کرنے کے لئے جسم اور بھی تیار ہو جاتا ہے۔ اگر یہ خیال نہ رکھا جائے تو بہت سا اثر باطل ہو جاتا ہے اور فائدہ نسبتاً بہت کم ہوتا ہے۔

پہلا طریق:۔ شریعتِ اسلام نے بھی توجہ قائم رکھنے کے کچھ قانون مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے پہلا قانون وضو ہے جو ہر ایک نماز پڑھنے والے

کو کرنا پڑتا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان کے خیالات
اور جذبات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ
نے کچھ ذرائع بنائے ہیں۔ ان میں سے ایک اعصاب کا
سلسلہ ہے۔ ان کے ذریعہ سے انسان کے خیالات اور
جذبات کا اثر دوسری چیزوں پر پڑتا ہے اور وہ ایک
واسطہ کے طور پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتے تھے۔
کیا یہ لغو ہی تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ
خیالات کا اثر اعصاب کے ذریعہ، آواز کے ذریعہ،
پھونک کے ذریعہ خیالات میں منتقل ہوتا ہے۔ پس
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں طریق کو جمع کر لیتے۔
آیۃ الکرسی منہ سے پڑھتے، پھر ہاتھوں پر پھونکتے، پھر
ہاتھ سارے جسم پر پھیر لیتے۔ غرض آواز، اعصاب،
نظر اور پھونک وغیرہ خیالات کے باہر نکلنے کے راستے
ہیں۔ اسی وجہ سے دم کرنا بھی صلحاء سے ثابت ہے بلکہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے پس چونکہ
اعصاب کے ذریعہ خیالات نکلتے اور پراگندہ ہو جاتے
ہیں ان کو قابو میں رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے وضو کا حکم دیا ہے۔ اور چونکہ ان کے نکلنے کے بڑے
بڑے مرکز ہاتھ، پاؤں اور منہ ہیں۔ اور تجربہ کیا گیا ہے کہ
جب ان پر پانی ڈالا جاتے تو خیالات کی رو جو ان سے
نکل رہی ہوتی ہے وہ بند ہو جاتی ہے اور خیالات نکلنے
رک جاتے ہیں۔ اور یہ ثابت شدہ مسئلہ ہے۔ اور وضو
کی اغراض میں سے ایک یہ غرض بھی ہے۔ وضو میں اور
بھی کئی ایک حکمتیں ہیں لیکن ایک یہ بھی ہے کہ اس طرح
خیالات کی رو رک جاتی ہے۔ اور جب رو رک جاتی ہے
تو سکون حاصل ہو جاتا ہے اور جب سکون حاصل ہو جاتا
ہے تو توجہ قائم رہ سکتی ہے پس وضو توجہ کے قائم رکھنے
کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا ذریعہ ہے لیکن جب وضو
کرنے بیٹھو تو ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھو کہ ہم ایسا پراگندہ
خیالات کے روکنے کے لئے کر رہے ہیں۔ جب ایسا کرو گے
تو نماز میں سکون حاصل ہو جائے گا اور خیالات تمہاری
توجہ کو پراگندہ نہیں کر سکیں گے۔

دوسرا طریق توجہ کے قائم کرنے کا

وہ ہے جو شریعت اسلام نے مسجد میں نماز پڑھنے کا قرار
دیا ہے۔ انسان کا خاصہ ہے کہ جب وہ ایک بات کو
دیکھتا ہے تو اس سے اسے دوسری کا خیال پیدا ہوتا
ہے۔ مثلاً ایک شخص زید سے ملتا ہے تو اس کے لڑکے بکر
کے متعلق بھی اس سے پوچھتا ہے حالانکہ بکر اسکے سامنے
نہیں ہوتا۔ مگر زید کو دیکھ کر ہی اسے بکر یاد آ جاتا ہے
تو انسان کے دماغ کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ جب ایک
چیز اس کے سامنے آئے تو اس سے تعلق رکھنے والی دوسری
چیزوں کی بھی اسے یاد آ جاتی ہے پس اگر انسان ایک
ایسی جگہ نماز ادا کرے جس کا نماز سے خاص تعلق نہ ہو تو
اسے کوئی خاص بات یاد نہ آئے گی۔ مگر جب ایسی جگہ نماز
پڑھے گا جہاں صبح و شام خدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی
ہے اور جو خدا کا گھر کہلاتی ہے تو اسے ضرور یہ خیال
آئے گا کہ میں اس خدا کے حضور میں کھڑا ہوا ہوں جس
کی عبادت کرنے کے لئے یہ جگہ بنائی گئی ہے اور مجھ پر
فرض ہے کہ میں سچے دل سے اس کی اطاعت اور فرمانبردا

کروں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کر چھوڑیں اور وہاں نماز پڑھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کریں۔ تا کہ وہاں نماز پڑھتے ہوئے یہ خیال آئے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مقام ہے۔ ممکن ہے کہ آپ میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں مسجد میں جا کر بھی کبھی یہ خیال نہ آیا ہو۔ لیکن اب جبکہ مسجد میں نماز پڑھنے کی حکمت معلوم ہو گئی اور یہ خیال لیکر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو آپ کے خیالات فوراً رُک جائیں گے اور سکون حاصل ہو جائے گا۔

تیسرا طریق: قبلہ کی طرف مُنہ کرنے کا جو حکم ہے وہ بھی توجہ کے قائم رکھنے کے لئے بہت ممد ہوتا ہے مکہ معظمہ میں کئی ایک خصوصیتیں ۔ اس جگہ ایک شخص نے اپنی بیوی اور بچہ کو بغیر دانہ و پانی اور بغیر آبادی اور کسی حفاظت کے خدا کے حکم کے ماتحت چھوڑ دیا تھا۔ اور چونکہ یہ کام خدا کے لئے اس نے کیا تھا خدا تعالیٰ نے اس کی نسل کو اس قدر بڑھایا کہ آسمان کے ستاروں کی طرح گنی نہیں جا سکتی۔ پھر اس نسل میں کئی ایک نبی پیدا ہوئے۔ اور آخر وہ انسان جو ساری دنیا کی طرف نبی ہو کر آیا وہ بھی اسی کی نسل سے تھا۔ تو جب کوئی مکہ کی طرف مُنہ کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اسے یہ حکمت بھی معلوم ہو کہ ادھر مُنہ کر کے نماز پڑھنا کیوں مقرر کیا گیا ہے تو اس پر فوراً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے واقعہ کا اثر ہوتا ہے اور اس بات کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے کہ جس خدا کی عبادت میں کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ بڑی شان اور بڑی قدرت والا ہے۔ جب اُسے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے پراگندہ خیالات دُور ہو جاتے اور خدا تعالیٰ کے رعب اور جلال سے دب کر بیٹھ جاتے ہیں۔

چوتھا طریق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان مقرر کی ہے۔ جب بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو گو اس وقت نماز شروع نہیں ہو جاتی مگر نماز پڑھنے والوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تم خوب سوچ سمجھ کر مسجد نماز پڑھنے کے لئے جانا کیونکہ تم نے بڑے عظیم الشان خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ پس جب کوئی اذان سنے گا تو اس پر خدا تعالیٰ کی عظمت اور شان کا خاص رُعب پڑے گا اور اس کی وجہ سے نماز میں اس کی توجہ قائم رہے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان اس لئے دی جاتی ہے کہ شیطان کو بھگا دے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب اذان ہوتی ہو تو شیطان دُور بھاگ جاتا ہے۔ پس جب کوئی اس بات کو مدنظر رکھتا ہے کہ اذان میں جو مضمون بیان کیا جاتا ہے اس کی یہ غرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کی طرف توجہ ہو تو اُسے اس کی حکمت بھی یاد آ جائیگی۔ جن لوگوں نے آج یہ حکمت سُن لی ہے وہ جب اذان سُنیں گے تو یہ بات یاد آ جائے گی۔ اور جب یاد آئے گی تو اثر بھی ہوگا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک خیال آئے تو دوسرے خیالات دُور ہو جاتے ہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے خیالات پیدا ہوں گے تو دوسرے خیالات ہٹ جائیں گے اور توجہ قائم ہو جائے گی۔

پانچواں طریق اقامت ہے۔ یہ بھی

خدا تعالیٰ کی عظمت اور شوکت کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور اذان کے متعلق جو حکمت بیان کی گئی ہے وہی اس میں بھی ہے۔ اقامت کے متعلق رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ اس کی آواز سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ذریعہ سے وساوس دور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔

چھٹا طریق صف بندی ہے۔ جسمانی باقاعدگی خیالات میں بھی باقاعدگی پیدا کر دیتی ہے اور انہیں منتشر نہیں ہونے دیتی۔ اور جب جسمانی طور پر قطار بندی کی جاتی ہے تو اندرونی جوش بھی ایک سلک میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ شکل کیا ہی ہیبتناک ہوتی ہے کہ سب لوگ خاموش اور چپ چاپ بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صفوں کو درست کرو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ درست صف کا کیا اثر ہوتا ہے یہی کہ ظاہر کا اثر چونکہ باطن پر ہوتا ہے اس لئے اگر ظاہری طور پر باقاعدگی نہ ہو تو باطنی باقاعدگی میں بھی فرق آجاتا ہے۔

ساتواں طریق نماز پڑھنے کی نیت کا ہے۔ کیونکہ جب انسان اپنے نفس کو بتا دیتا ہے کہ اس کام کے لئے کھڑا ہونے لگا ہوں تو توجہ اس کی طرف ہی رہتی ہے۔ نیت سے یہ مراد نہیں کہ کہا جائے کہ پیچھے اس امام کے اتنی رکعت نماز منہ طرف کعبہ شریف وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ذہن میں ہی نماز کی نیت کرنی چاہیئے۔ ایک آدمی کی نسبت کہتے ہیں کہ اسے نیت کرنے کا جنون ہو گیا تھا۔ اگر کسی پچھلی صف میں کھڑا ہوتا اور نیت کرتا کہ "پیچھے اس امام کے" تو اُسے خیال آتا کہ میں امام کے پیچھے تو ہوں نہیں میرے آگے کوئی اور شخص ہے اس لئے وہ آگے جا کر کہتا کہ پیچھے اس امام کے۔ پھر اسے شک پڑتا کہ میں تو اب بھی امام کے پیچھے نہیں ہوں اس لئے وہ امام کے پاس جا کر کھڑا ہوتا اور پھر اس کو ہاتھ لگا کر کہتا کہ پیچھے اس امام کے۔

اس قسم کے وہم میں جو لوگ پڑے ہوئے ہیں وہ بھی غلطی کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ بہت برا نکلتا ہے نیت کیا ہوئی گویا مصیبت ہو گئی۔ نیت دراصل قلب کی ہوتی ہے مگر بعض لوگوں کو کھڑے ہوتے وقت پتہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کرنے لگے ہیں۔ پس جب تم نماز پڑھنے لگو تو نماز پڑھنے کا خیال بھی کر لو اور سمجھو کہ کیا کرنے لگے ہو۔ جب یہ بات سمجھ لو گے تو اُسی وقت سے تمہارے اندر خشیت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی۔ اور جب خشیت پیدا ہو جائیگی تو توجہ بھی قائم رہ سکے گی۔

آٹھواں طریق نماز باجماعت ہے کہ اس طرح نماز پڑھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے والے الفاظ انسان کے کان میں امام کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں۔ اور جو انسان غفلت میں ہو اور دوسرے خیالات میں پڑ جائے اس کو ٹھوکر دیا جاتا ہے۔ مثلاً جب اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو گویا اس بات سے اُسے آگاہ کیا جاتا ہے کہ سنبھل کر کھڑے ہو تا جس کے حضور میں کھڑے ہونے لگے ہو وہ بہت بڑا ہے۔ پھر جب کھڑے ہونے میں کچھ وقت گزر جاتا ہے اور کسی کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگتے ہیں تو پھر امام بلند آواز سے کہہ دیتا

ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ پھر جب
غفلت آنے لگتی ہے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کی
آواز کان میں ڈالی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی باتیں
سنتا اور قبول کرتا ہے جو اُس کی حمد کرتا ہے۔ اور اس
طرح اُسے متوجہ کیا جاتا ہے کہ اگر کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہتے
ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرو ورنہ یونہی وقت ضائع ہوگا۔
غرض بار بار امام مقتدیوں کو توجہ دلاتا اور ہوشیار کرتا
رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کو مقتدیوں پر فضیلت
ہے کیونکہ وہ ان کو بار بار متوجہ کرتا ہے کہ تم سب سے
بڑے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو، ہوشیار ہو کر کھڑے
رہنا۔

نواں طریق یہ ہے کہ نماز کا ادا کرنے کو
ایک ہی حالت میں نہیں رکھا گیا بلکہ مختلف طور پر رکھا ہے۔
اگر کوئی نماز پڑھتے ہوئے غافل ہو جائے یا دوسرے
خیالات میں محو ہو جائے تو اس کا رکوع کرنا اور سجدہ میں جانا
اس کو نماز کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ گو کوئی عادت کے
طور پر ہی رکوع کرے یا سجدہ میں جائے تاہم حرکت ایک
ایسی چیز ہے کہ غافل کو ہوشیار کر دیتی ہے۔ دوسرے
مذاہب کی عبادتوں میں یہ بات نہیں ہے یہ فضیلت صرف
اسلام ہی کو حاصل ہے۔

دسواں طریق فرائض سے پہلے اور
بعد میں سنن کا پڑھنا ہے۔ نیچر کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی
کام ہونے والا ہو تو اس کا کچھ اثر اس کے ظاہر ہونے
سے پہلے اور کچھ بعد میں رونما ہو جاتا ہے۔ مثلاً جس وقت
سورج چڑھنے لگے تو گو وہ ابھی نکلا ہوا نہ ہو تو بھی روشنی
پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے ڈوبنے کے بعد بھی کچھ
عرصہ روشنی رہتی ہے۔ لیکن جو کام خواہشات کے مطابق
ہو یا اس میں کوئی لذت حاصل ہوتی ہو یا اس کے نہ ہونے
میں نقصان کا اندیشہ ہو وہ دوسرے کام کے مقابلہ میں
کم اثر رکھتا ہے اور اس پر غالب آجاتا ہے۔ مثلاً ایک
شخص کوئی ایسا کام کر رہا ہو کہ جس میں اس کو کوئی خاص فائدہ
نظر نہیں آتا اور اس کے بعد اس نے کوئی ایسا کام کرنا
ہے جس میں اُسے خاص فائدہ کی اُمید ہے یا اُس کے نہ
ہونے پر کسی نقصان کا خطرہ ہے یا وہ کام اس کی
خواہشات کے مطابق ہے تو جس کام میں یہ مشغول ہے
اس کے کرتے وقت بھی دوسرے کام کے خیالات ہی
ہمیشہ غالب رہیں گے اور اسی کی طرف اس کی توجہ رہیگی۔
مثلاً ایک ملازم دفتر کا کام کر رہا ہو تو اگر دفتر سے فراغت
کے بعد اُسے کوئی اہم کام جو اس کا ذاتی ہے کرنا ہے تو
دفتر کے وقت کے ختم ہونے سے ایک دو گھنٹہ پہلے ہی اس
کے خیالات اس طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اگر دفتر کے
کام میں کوئی اہم کام اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کا باعث
ہوا ہے تو دفتر سے فارغ ہو کر بھی راستہ میں اور پھر کچھ
عرصہ تک گھر میں بھی اسی کی طرف اس کا خیال متوجہ رہیگا۔
اور کچھ دیر کے بعد اس کے خیالات ان امور کی طرف متوجہ
ہوں گے جن میں یہ اب مشغول ہے۔ اسی حکمت کی وجہ سے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض کے پہلے اور بعد
سُنتیں مقرر فرما دی ہیں تا کہ اگر نماز پڑھنے سے پہلے کوئی
خیالات ہوں تو وہ فرائض کو ناقص نہ کریں بلکہ سُنتوں کی
ادائیگی میں ان کو دبا کر انسان مطمئن ہو جائے (باقی صفحہ ۱۲ پر)

ضرورتِ مذہب

(حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ)

موجودہ الحادی دور میں مادہ پرست ذہنیتوں کی طرف سے مذہب پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جا رہے ہیں اور مخلوق کو اپنے محسن اور مہربان خالق کے آستانۂ الوہیت سے برگشتہ کرنے کے لئے منظم کوشش عرصہ سے جاری ہے۔ اس کے برعکس احمدیت حقیقی اسلام کے نور کو پھیلا کر مخلوق کو خدائے واحد کے آستانہ پر لانے کی مدعی ہے ——— ذیل میں جماعت احمدیہ کے ایک ممتاز بزرگ اور صاحبِ حال عالم دین حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک پُر مغز مضمون کے نوٹس شائع کئے جا رہے ہیں جن میں بعض اعتراضات کا کافی و شافی جواب دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے یہ نوٹس ۱۹۲۵ء میں قلمبند فرمائے تھے جنہیں "حیاتِ قدسی" حصہ پنجم سے اخذ کیا گیا ہے ——— (ادارہ)

نمبر ۱:- مذہب راستہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔ عقل اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ انسان کے مقاصدِ حیات میں سے جو بھی مقصد ہو اس تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ جو ذریعہ حصولِ مقصد ہو ضرور ہونی چاہیئے۔

نمبر ۲:- انسان اپنی زندگی کے قیام اور بقاء کے لئے بہت سے اسباب اور سہاروں کا محتاج ہے جس طرح انسان کا اپنا جسم مع ذرّاتِ جسم کے اور اس کی اپنی روح مع قویٰ و حواس کے اس کی اپنی پیدا کردہ نہیں اسی طرح وہ اسباب اور وہ سہارے کہ جن پر اس کی زندگی کے قیام و بقا کا مدار ہے وہ بھی اس کے اپنے پیدا کردہ نہیں اور نہ خرید کردہ ہیں اور نہ مانگ کر ہی اس نے لئے ہیں۔ کیونکہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے کے یہ پیدا شدہ ہیں۔

نمبر ۳:- غور کرنے سے ہمیں نظامِ عالم میں ایک گہرا تعلق اور مضبوط رابطہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ کا سورج سے تعلق ہے۔ کان کا فضا (ہوا) سے۔ کیونکہ آنکھ بغیر سورج کی روشنی کے بیکار رہتی ہے اور کان بھی ہوا کے ذریعہ ہی کلام سُنتے ہیں اور پھیپھڑے اور قلب کے لئے ہوا باعثِ حیات ہے۔ ایسا نظام کامل جو علم اور قدرت کے انتظام کا مقتضی ہے ایک ہستی کے وجود کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے جو کامل قدرت والی اور ہر پہلو سے اپنی شان میں بے نظیر اور بے مثال ہو۔

نمبر ۴:- انسان خود تو اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے

پیدا نہیں ہوا کہ اپنی زندگی کا مقصد خود مقرر کر سکے بلکہ انسانی زندگی کا مقصد مقرر کرنا اسی کا حق ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

نمبر ۵۔ انسان اپنے حوائج کے لئے ذرہ ذرہ کا محتاج ہے جو اس کے خالق نے اس کی پیدائش سے بھی بہت پہلے پیدا کر دیئے ہوتے ہیں۔ کائناتِ عالم کے تمام ذرات اور اُن کے خواص کا اسکی خدمت کو بجا لانا اس کے پیدا کرنے والے کی اَن گنت نعمتوں میں سے ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ انسان کا خالق اس کے لئے کتنا بڑا محسن ہے اور محسن کے احسانات کی حسب منطوق جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ عَلَیْھَا کہ دل احسان کرنے والے کی محبت کے احساس پر پیدا کئے گئے ہیں قدر کرنا اور اس سے محبت کرنا اس کا فطری مذہب ہے۔

نمبر ۶۔ انسان اگرچہ اپنی فطرت کی رُو سے عقل اور علم و عرفان کے حصول کے لئے اپنے اندر اعلیٰ استعداد رکھتا ہے لیکن جس طرح وہ جسمانی نشوونما اور ظاہری تربیت کے لئے والدین اور دوسرے اسباب کا محتاج ہے۔ اسی طرح عقل اور علم و عرفان کے حصول کے لئے بھی اساتذہ اور مربیانِ ہدایات کا محتاج ہے۔ اور جس طرح باوجود عقل اور علم رکھنے کے ایک بی۔اے اور ایم۔اے کی قابلیت کا انسان باوجود روشن دماغ اور چشم بینا کے زمینی راستے جو آنکھ کو نظر آتے ہیں اور بدیہیات اور مشاہدات کی چیز معلوم ہوتے ہیں۔ جب تک واقف انسان نہ بتائے خود بخود معلوم نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جن چیزوں کے انسان نام سیکھتا ہے یا علوم حاصل کرتا ہے خواہ وہ طب ہو خواہ فلسفہ اور حکمت یا ریاضی اور تواریخ وغیرہ ہو ان کے حصول کے لئے اُستادوں کی تعلیم اور رہنمائی کا محتاج ہے۔ اور جو کچھ اس نے سیکھا ہے اگر اُستادوں سے نہ سیکھتا تو خود بخود اس کا سیکھنا اس کے لئے سخت مشکل اور دشوار ہوتا بلکہ وہ زبان اور نطق و گویائی جس کے ذریعے انسان پوچھ کر علم حاصل کرتا ہے اگر اسے یہ بولی اور زبان سے کلام کرنا بھی دوسروں کے ذریعے حاصل نہ ہوتا تو اکبر بادشاہ کے گنگ محل کے آزاد طبع انسانوں کی طرح صرف حیوانوں کی آواز اور شور و غوغا سے بڑھ کر اور کچھ جوہر ظاہر نہ کر سکتا۔

قاعدہ کے حروف سمجھنے تک تو یہ عاجز انسان اُستاد کی رہنمائی کا محتاج ہے تو پھر روحانی اور عرفانی اور ربانی علوم کے لئے روحانی اُستادوں اور معلموں کی تعلیمی ضرورت کا کیونکر محتاج نہ ہوگا۔

نمبر ۷۔ عقل بھی آنکھ کی طرح بے شک مفید چیز ہے لیکن جس طرح آنکھ اندھیرے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی اور خارجی روشنی کے بغیر خواہ کس قدر ہی بینا کیوں نہ ہو ہرگز دیکھ نہیں سکتی بلکہ اندھے کی آنکھ کے مشابہ

ہے۔ اسی طرح عقل کا حال ہے کہ اس کے لئے مذہبی اور روحانی علم کے بغیر جو الہام الٰہی کے ذریعہ خدا کی طرف سے مختلف مدارج کی روشنی رکھتا ہے صحیح ادراک کرنا اور یقینی معلومات تک خود بخود پہنچنا ناممکنات سے ہے

نمبر ۸۔ عقل کی مثال آنکھ کی ہو تو الہامی نور اور مذہبی روشنی دُوربین کے شیشے کے مشابہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ انسان خوردبین اور دُوربین کے شیشہ کے ذریعے باریک سے باریک اور دُور سے دُور چیز دیکھ سکتا ہے وہ محض آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ یہی بات اپنی مثال میں انوارِ نبوت و رسالت سے تعلق رکھتی ہے کہ جو کچھ خدا کا نبی اور رسول وحی نبوت و رسالت کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے وہ دنیا کے دانشمند اور عقلاء محض عقل و دانش سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور نہ عقل کے ذریعہ انکشافِ حقائق میں علم کا وہ یقینی مرتبہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جو انوارِ نبوت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۹۔ خدا کے نبی اور رسول جو خدا کی طرف سے آئے اور اب تک آتے رہے خواہ وہ مختلف زمانوں میں آئے اور مختلف ملکوں اور زبانوں میں یا مختلف قوموں میں آئے مگر سب کے سب حسب منطوق وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔

اور ضرور ہم نے ہر قوم میں رسول یہ تعلیم دیکر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور باطل معبودوں سے بچو۔ توحید الٰہی کی تعلیم لیکر آئے اور سب نے اپنی اپنی قوم کے آگے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تعلیم کو پیش کیا۔ لیکن یہاں عقل نے اپنے ڈھکوسلوں سے کام لینا شروع کیا ——— توحید کے عقیدہ کو بگاڑنے کے ساتھ کسی قوم نے اہرمن اور یزدان دو خداؤں کی پرستش کرائی ......

.... قوموں میں سے متفقہ طور پر کوئی قوم بھی ایک عقیدہ پر قائم نہیں پائی جاتی اور یہ افتراقِ اقوامِ عالم محض عقلی راہنمائی کے نتیجہ میں ظاہر ہو رہا ہے ورنہ انبیاء کی تعلیم صرف توحید پر دنیا کو قائم کرنے والی ہوتی ہے۔

نمبر ۱۰۔ مادی عقل والوں کی عقلی تحقیق کا یہ حال ہے کہ حکمائے یونان اپنی تحقیق سے زمین کو ساکن اور آسمانوں کو دولابی صورت میں چکر کھانے والا اور کواکب کو کوئیں کی ہنڈوں اور ڈولوں کی طرح آسمان سے پیوست شدہ مانتے رہے اور بعد کے علماء کی جدید تحقیق نے اس تحقیق کو غلط قرار دیکر اس پر پانی پھیر دیا۔ اور موجودہ سائنس دانوں نے تجارب اور مشاہدات کی باریکیوں سے جہاں اپنی مادی عقل سے بال کی کھال اُتار کر دکھائی اور سائنس کی موشگافیوں سے صنائعِ جدیدہ کا دروازہ کھول کر سٹیمر ہوائی جہاز

ریل، تار برقی، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ایجاد ہیں لیکن وہاں اسی مادی عقل نے دنیا کا امن برباد کرنے کے لئے ہوا ؤہوس کے بندوں سے آتشبار بم اور خونریز آتشی اسلحہ سے ملکوں کے ملک اور شہروں کے شہر ویران اور کھنڈرات بنا دیئے اور قوموں کو حربی جہنم کا ایندھن بنا کر راکھ کر دیا۔

نمبر ۱۱۔ عقلِ انسانی صرف مادی قوانین ناقص طور پر تیار کر سکتی ہے۔ جن کی خرابیوں کے نتائج آئے دن دنیا کی اقوام کو بھگتنے پڑتے ہیں اور ان میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ پس اس کے لئے کسی ایسے ضابطہ اور مجموعہ قوانین کی ضرورت ہے جو تمام انسانی ضروریات کے مطابق ہو اور انسانی تنگ خیالی اور تنگ نظری سے مبرا ہو۔

نمبر ۱۲۔ انسانی قوانین کی گرفت کا خطرہ تمام لوگوں کو ہر وقت خلوت اور جلوت میں بدیوں اور بداخلاقیوں سے روکنے میں بالکل ناکام و ناکارہ ثابت ہوا ہے۔ مگر روحانی ضابطہ ہر حالت میں انسان کو بدیوں سے روکتا ہے اور اس بارے میں کامیاب ثابت ہوا ہے۔ لہٰذا ضرورتِ مذہب ثابت ہے۔

(۲)

اب ذیل میں ان سوالات کے جوابات درج کئے جاتے ہیں جو بالعموم مذہب کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

سوال۔ کیا مذہب انسان کی عقل کو کند کرتا ہے؟

جواب (۱) عقل آنکھ کی طرح ہے۔ کیا آنکھ کو ظاہری روشنی یا سرمہ بصارت افزا یا دُوربین اور خوردبین کا شیشہ کند کرتا ہے یا تیز کرتا ہے۔ پس جس طرح کا فائدہ آنکھ کو خارجی ذرات اور روشنی اور خوردبین اور دُوربین کے شیشہ وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اسی پر مذہب اور الہام کا فائدہ عقل کی نسبت قیاس کر لینا چاہیئے۔

(۲) اسلامی پیشگوئیاں جو نبی علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کے ذریعہ آج تک ظہور میں آئیں اور باوجود اسبابِ مخالفہ اور حالاتِ نامساعدہ اور عقلی استدلالات کے مایوس کُن فتووں کے اسلام کے نبی اور مسیح موعود کی کامیابیوں اور پیشگوئیوں کا وقوع میں آنا اور بالکل حرف بحرف اور لفظ بلفظ پُورا اُترنا عقولِ بشریہ سے بالاتر واقعات صاف بتاتے ہیں کہ مذہبی الہام عقلی آنکھ کو تیز کرنے والی چیز ہے کیونکہ عقل کا منبع مشاہدات اور تجارب تک محدود ہے لیکن مذہب حق کی الہامی روشنی کا منبع قانونِ نیچر سے بالا خدائے علیم کا علم اور کلام ہے۔

(۳) نبی کی بعثت سے پہلے لوگ منتشر ہوتے ہیں اور حقیقی اتحاد اور وحدت اور سچی ہمدردی جو نبی کے ذریعہ اس کی جماعت میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی مثال دنیا میں مفقود ہوتی ہے۔ یہ نظام وحدت بھی عقلی تدابیر سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ مذہبی تعلیم اور الہامی راہنمائی کے ذریعہ یہ نمونہ

پیدا ہوتا ہے۔ ہر ایک رسول جو صاحبِ سلسلہ کی حیثیت میں آیا جس کی سخت سے سخت اور شدید سے شدید مخالفتوں کے باوجود دنیا میں جماعت روحانی قائم ہوئی اور وہ اپنے مخالفین پر آخر غالب ہوا اور مادی عقل والے اور مادی عقل کی تدبیروں کو عمل میں لانے والے ہی اس کی جماعت کے مقابل مغلوب ہوتے۔ کیا اس سے سمجھ میں نہیں آتا کہ عقل کے مقابل الہامی بصیرت بڑھ کر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مثیلِ موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس بے کسی اور بے سروسامانی کے ساتھ دنیا میں آئے اور دعویٰ نبوت کو خدا کی طرف سے پیش کرنیوالے ہوتے مادی عقل کی رہنمائی میں سوچکر واقعات پر نگاہ ڈال کر نتائج اخذ کرنے والا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ ایسی بے سروسامانی کے ساتھ نبوت کے مدعی اور منجانب اللہ تبلیغ رسالت کرنے والے بھی دنیا میں جماعت بنا سکیں گے اور ان پر کوئی ایمان لاسکے گا اور پھر اپنے باسروسامان دشمنوں اور مخالفوں پر باوجود ان کی دنیوی حشمت اور شوکت وجلال کے جو فوجوں اور لشکروں کی عظمت کے ذریعہ ہیبت اور دہشت پیدا کرنے والی تھی کبھی موسیٰ فرعون اور فرعونیوں پر غالب آسکے گا اور مثیلِ موسیٰ یعنی رسولِ عربی صلعم کو کبھی ایسی قوت اور طاقت حاصل ہو سکے گی کہ جس سے آپ تمام عرب پر

ہی نہیں بلکہ قیصر وکسریٰ کی حکومتوں پر غالب آجائیں گے۔ اور ایسا اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ اپنی بے سروسامانی کی حالت میں قبل از وقت تحدی کے ساتھ اپنے غلبہ اور اپنے دشمنوں کی شکست اور تباہی کا اعلان بھی کر دیا۔ کیا اس سے صاف طور پر سمجھ دار انسان اس بات کو سمجھ نہیں سکتا کہ مذہبی تعلیم اور الہامی بصیرت کا مرتبہ مادی عقل سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور یہ کہ عقل کو مذہب کُند کرنے والا نہیں بلکہ تیز کرنے والا اور اس کی بینائی و بینش کو اور بھی ترقی دینے والا ہے۔

(۴) عرب کے لوگوں کو دنیا وحشی اور حیوانوں سے بڑھ کر نہیں سمجھتی تھی۔ پھر آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے پر آپ کے شرفِ اتباع اور آپ کی تعلیم سے مسلمانوں کے دل اور دماغ میں ایسی اعلیٰ درجہ کی روشنی پیدا ہوئی کہ وہ لوگ ہر طرح کے علوم و فنون میں دنیا کے استاد مانے گئے۔ حضرت عمرؓ جیسے شخص نے جو قبل از قبولِ اسلام اونٹوں کا چرواہا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قلب صافی اور روشن ضمیری اور تیزی ذہانت میں وہ ترقی اور کمال حاصل کیا کہ اپنے چند سالہ دورِ خلافت میں اپنی سیاست کی حیرت انگیز بوقلمونیوں سے دنیا کی کایا پلٹ دی اور ایک نیا جہان اپنے نظامِ نو سے پیدا کر دیا اور آپ کے کارنامے جو حسنِ تدابیر سے آپ کی کامیاب خلافت کو

چار چاند لگائے ہوئے ہیں آج یورپ والے
جو دنیوی اور سیاسی عروج کے اعلیٰ مینار پر
اپنے تئیں سمجھے بیٹھے ہیں کیا یہ تمام مادی عقل
والے بہت سے سیاسی مسائل میں حضرت
عمرؓ کی خوشہ چینی کرنے والے نہیں ہیں؟ کیا
مذہب جس نے حضرت عمر فاروقؓ کو دینی دنیوی
حسن تدابیر میں زمانہ کا یکتا بنا دیا اس نے
اس مذہبی انسان کی عقل کو کند بنا دیا یا ترقی
دیکر اور بھی تیز کر دیا؟ پس حقیقت یہی ہے کہ
مذہب عقل کو کند نہیں کرتا بلکہ اور بھی تیز
بنا دیتا ہے۔

دوسرا سوال ۔ کیا مذہب دنیا میں لڑائی اور
فساد کا باعث ہے؟

جواب حقیقی امن بغیر صحیح مذہب کی تعلیم پر عمل
کرنے کے دنیا کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ کیا
صحف انبیاء مثلاً تورات و انجیل کی تعلیم
فساد اور لڑائی کی تعلیم دیتی ہے۔ جس میں
یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے داہنے
گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف
پھیر دے۔ پھر قرآن مجید کی کیسی پاکیزہ تعلیم
ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی تہذیب و سیاست
نہیں کر سکتی۔ بطور نمونہ صرف ایک آیت
ہی ملاحظہ ہو:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ
وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ
ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ
یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے
عدل و انصاف اور احسان اور
قریبی رشتہ داروں جیسا سلوک
کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی
اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے۔

پس عدل و احسان اور فطری ہمدردانہ سلوک
پر عمل کرنا اور ذاتی بدی جو بدکار کی طرف سے
کسی دوسرے تک اثم انداز ہوتی ہے اور
المنکر کے نام سے موسوم ہے۔ اور پھر وہ
بدی جو اپنے محسنوں اور پاسبان حکومتوں
اور امن کے حامیوں کے خلاف کی جاتی ہے
ان سے خود بھی مجتنب رہنا اور دوسروں کو
بھی مجتنب رکھنا یعنی عدل و احسان اور فطری
ہمدردی کا سلوک دنیا میں عمل میں لانا اور
فحشاء اور منکر اور بغی سے بچنا اور بچانا یہ
چھ امور یا یہ چھ خصائل ایسے ہیں کہ اگر دنیا
میں امن کی تعلیم جو امر و نہی کی صورت میں
پیش کی گئی ہے رواج پذیر ہو جائے تو ہر
طرف، ہر ملک میں اور ہر قوم میں امن ہی امن
قائم ہو جائے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں عقلمند
اور علم والے اگر کسی مجلس میں باہمی مشورہ اور
رائے صائب سے زیادہ سے زیادہ تدبر اور غور
کے بعد بھی امن عالم کے لئے کوئی قانون پاس

کریں یا تعلیم رائج کریں تو قرآن کریم کی اس مختصر اور جامع مانع اور کامل تعلیم سے بڑھ کر نہ پیش کر سکیں گے۔

دنیا میں بدامنی عدل کی ضد یعنی ظلم سے ہوتی یا محسن کشی سے جو احسان کی ضد ہے۔ یا والدین اور محسن حکومت کی بغاوت سے جو ایتاء ذی القربیٰ کی ضد ہے۔ اگر یہ اضداد دُور ہو جائیں تو پھر امن کی صورت ضرور پیدا ہو جائے گی۔ اور لف ونشر کے رُو سے بصورت عکس دیکھا جائے تو فحشاء عدل کی ضد ہے، اور منکر احسان کی اور بغی ایتاء ذی القربیٰ کی۔

دنیا میں جب بھی امن کی کامل اور صحیح طور پر صورت پیدا ہوئی تو خدا کے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ہی پیدا ہوئی۔ تاریخ کے صفحات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ عرب میں رسولِ عربی صلعم کی بعثت سے پہلے قوم عرب کن حالات میں سے گزر رہی تھی۔ آیا امن میں یا فساد میں اور پھر آنحضرت صلعم کے ذریعہ پیدا شدہ جماعت نے بلحاظ امن کے کیسے اچھے حالات پیدا کئے۔ پھر دنیا جانتی ہے کہ نبیوں رسولوں کی اتمام حجت کے بعد حسب دستور سنّت الٰہیہ کہ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول مبعوث نہ کر لیں۔ شریر

مخالفوں کی تباہی اور ہلاکت کے لئے ضرور عذاب آیا کرتے ہیں۔ چنانچہ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ، قوم لوطؑ، قوم شعیبؑ اور فرعونیوں پر عذاب آئے اور وہ عذاب اور ہلاکتیں اسی لئے موجب تباہی بنیں کہ نبیوں اور رسولوں کے مقابلہ میں شرارت کرنے والوں نے ہر طرح سے امن کو برباد کرنے کی کوشش کی اور انہوں نے درندہ ہو کر چاہا کہ زمین پر درندوں کا ہی قبضہ رہے اور خدا کے نیک اور امن پسند بندے زمین سے نابود کر دیئے جائیں۔ اس صورت میں خدا نے رسولوں کے ذریعہ ان شریروں کو پہلے بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ نہ سمجھے اور نہ شرارت سے ہی باز آئے تو خدا نے اپنے تباہ کن عذابوں سے اس گندے عنصر کو مٹا کر دنیا میں امن قائم کیا۔ پھر خدا کے رسولوں کو ماننے والی اور ان کی تعلیم پر چلنے والی جماعت ہمیشہ ہی محفوظ رہی، ان شریروں سے بھی اور خدا کے عذابوں سے بھی۔ نوحؑ کی جماعت کے لوگ جو مومن تھے کشتی کے ذریعہ امن میں رہے اور خدا نے انکی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح ہودؑ، صالحؑ وغیرہ رسولوں کی جماعت کو بھی ہر طرح امن حاصل رہا جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے رسولوں کے ذریعہ مذہب کا اور مذہبی تعلیم کا دنیا میں پیش کیا جانا امن اور سلامتی کا باعث ہے نہ کہ

فساد اور بدامنی کا۔ اور عذاب صرف اور صرف لامذہبیت کے نتیجہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(۲) مذہب اور مذہبی تعلیم اور الہام الٰہی کا مسئلہ جو ازمنۂ ماضیہ اور قرونِ سابقہ کی بات ہے شاید کوئی اسے فسانۂ بے حقیقت اور داستانِ بے معنیٰ خیال کرے لیکن موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات جو بصورت مشاہدہ ثابتہ کے متحقق ہیں ان سے کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ حضرت سیدنا مسیح موعود و مہدی موعودِ اقوامِ عالم اسی دورِ جدید میں مبعوث فرمائے گئے۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ساری دنیا کے لئے یہ اعلان کیا کہ ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اسی طرح آپ نے یہ محبت بھرا پیغام بھی دیا کہ ؏

امن است در مقامِ محبت سرائے ما

یعنی ہمارے مقامِ محبت سرائے میں ہر طرح امن ہی امن ہے۔ ہاں جو لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بربادی اور تباہی کے گڑھے میں گھڑے تھے آپ نے انہیں پھر خبردار کرتے ہوئے الہاماً فرمایا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ دنیا کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ کا نبی اور نذیر ہو کر آنا ساری دنیا کے لئے ہے اور دنیا کا آپ کو قبول نہ کرنا بلکہ ردّ کر دینا یہ بغاوت اور مخالفت پر دلالت کرتا ہے اور نبی اور نذیر کا لفظ بتاتا ہے کہ نبوت کے ذریعے آپ تمام دنیا کی قوموں کے لئے انذاری پیشگوئیاں بھی کریں گے اور تبشیری بھی۔ کیونکہ نبی بشیر بھی ہوتا ہے اور نذیر بھی۔ اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے جو آپ پر ایمان لاتا ہے حفاظت اور ترقی کی بشارتیں دینے والے اور اپنے مخالف کافروں اور شریر منکروں کے لئے عذابوں اور تباہی کی خبر دینے والے۔ اور انہیں انذاری نشانات کے وقوع کو خدا کے زور آور حملوں سے ذکر کیا گیا ہے اور ان کی اصل خدا کی قبولیت کا اظہار ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ نعوذ باللہ مفتری اور کاذب اور مردود نہیں بلکہ خدا کے مقبول اور سچے نبی اور رسول ہیں۔ چنانچہ ہزارہا قسم کے نشانات آپ کی پیشگوئیوں کے متعلق ظاہر ہوئے اور لاکھوں سعید روحیں آپ پر ایمان بھی لائیں اور مادی دنیا کے طالبوں اور پرستاروں کو تباہی اور ضلالت کے تباہ کن اتھاہ سمندر سے ہدایت اور سلامتی کے کنارے پر پہنچانے کی غرض سے عتابات اور تنبیہات کے لئے ہولناک اور دہشت انگیز عذابوں کی صورت بھی پیدا کی گئی جو بدوں کو مٹانے اور آئندہ بدی کے بیج کو اکھیڑ دینے کے لئے تھیں۔

دنیا کی کوئی قوم بھی اپنی مادی تدبیروں کے ذریعہ ان عذابوں سے محفوظ اور مامون نہ رہی۔ اور جو بجائے نقصان اور تنزل کے دن دونی اور رات چوگنی ترقی پہ ترقی کرتی چلی جا رہی ہے وہ جماعت "احمدی جماعت" ہے۔ جس کی حفاظت اور امن اور ترقی کا واحد ذریعہ موجودہ زمانہ میں حضرت اقدسؑ پہ ایمان لانا اور آپؑ کی پیش کردہ تعلیم کے مطابق عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ آج بھی دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ مذہب سے بیزار ہونے والوں اور دہریت کو اختیار کرنے والوں نے مذہب اور مذہبی زندگی کو ترک کر کے کیا لیا۔ کیا موجودہ جنگیں دنیا کی مادی عقلوں اور سائنس دانوں کی تدبیروں کا نتیجہ نہیں؟ کیا یہ بدامنی اور تباہی مذہب امن و سلامتی کا پیامبر ہے۔ اور لامذہبیت امنِ عالم کو تباہ کرنیوالی چیز ہے۔ یورپ اور مغربیت میں بلکہ دنیا بھر میں جب بھی امن قائم ہوگا مذہب کے ذریعہ ہوگا۔ اور مذاہبِ عالم میں سے بھی مذہب اسلام اور احمدیت کے ذریعہ۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ زمانہ خود اس کی تصدیق کے سامان پیدا کرے گا اور نظام نو جو سراسر مذہب کی بنیادوں پر قائم کیا جائے گا امن کا ذریعہ بنے گا۔

(۳) مذہب کی وجہ سے مذہب کے اصولوں پر عامل ہوتے ہوئے کبھی فتنہ و فساد کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ اس کی کوئی ایک مثال بھی مذہب کے مخالف پیش نہیں کر سکتے۔ ہاں ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مذہب کے نام پر لڑائیاں ضرور ہوئی ہیں۔ مگر مذہب کو چھوڑ کر اور اس کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر ایسا ہوا ہے۔ اور اگر وہ لڑائیاں قابلِ اعتراض بتائی جائیں جو قیامِ امن کے لئے حاملین مذاہب نے کیں تو یہ چیز قابلِ اعتراض نہیں بلکہ یقیناً لائقِ صد تحسین ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے اور مظلوموں کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کے لئے مٹھی بھر جماعتوں نے ہر زمانہ میں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر زبردست جنگجو قوموں کا مقابلہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا کوئی عقلمند اسے مذہبی لوگوں کے لئے باعثِ ملامت قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۴) پھر معترضین حضرات ذرا اتنا تو سوچیں کہ اگر صرف مذہب کے نام پر چند خود غرض لوگوں کا ناجائز فعل مذہب کے نام پر دھبہ لگاتا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات انہیں ترکِ مذہب پر آمادہ کرتی ہے تو کیا آئے دن جو دنیاداری کی خاطر کثرت سے نہ صرف جہلاء بلکہ بڑے بڑے عقلاء اور مدبرین جو دنیا کی خاطر لڑائیاں کرتے ہیں تو کیا وہ اس کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ دیدہ باید!

تیسرا سوال۔ موجودہ زمانہ میں مذہب کی کیا ضرورت ہے؟

جواب (۱) اگرچہ مذہب کی ضرورت ہر زمانہ کے
لوگوں کو رہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں مذہب
کی ضرورت موجودہ زمانہ میں سب زمانوں سے
زیادہ ہے۔ اس لئے کہ مذہب کی صحیح اور اصل
غرض خدا کا عبد اور مظہر بنانا ہے اور تَخَلَّقُوْا
بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو
اپنا اخلاقی معیار بناؤ۔ زندگی کے ہر پہلو میں اختیار
کرنا ہے۔ آج جو دنیا کی حالت ہے وہ کسی صاحب
عقل و دانش سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات
اور اخلاق کو اختیار کرنا تو الگ رہا خود اس کی
ہستی سے ہی انکار کیا جا رہا ہے اور مذہب
کی ضرورت اور اس کی شاندار اخلاقی تعلیم
کو پس پشت ڈال کر محض اپنے عقلی ڈھکوسلوں
کی پیروی پر لوگوں کو کمربستہ کرنے کی کوششیں
ہو رہی ہیں۔ انسانی فطرت کو جس چیز کی مدتوں
سے تلاش تھی یعنی خدا تعالیٰ کی جستجو اور اسکی
کامل محبت اور اخلاق کے اعلیٰ معیار کو قائم
کرنا وہ دنیا سے مفقود ہے۔ موجودہ زمانہ کے
لوگوں نے صرف اپنی عقلی تجاویز کو ہی اپنی اخلاقی
حالت کا معیار قرار دے رکھا ہے۔ اور اس کا
نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ بعض بالکل عریاں قسم
کی بے حیائی کے کام بھی ان کی عقل کے نزدیک
میں شرافت اور تہذیب سمجھے جانے لگے ہیں۔
جیسے یورپ میں ننگوں کی سوسائٹی کا وجود
اور ملک کے لئے بغیر نکاح کے اولاد پیدا
کرنے والوں کی مدد اور حوصلہ افزائی وغیرہ
امور ہیں جنہیں بعض افراد اپنے عقلی ڈھکوسلوں
کی بنا پر اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور اخلاق قرار
دینے لگے ہیں۔ اور پھر بعض حکومتیں جبراً لوگوں
کے پسینہ کی کمائی چھین کر ان پر قبضہ رکھنا اسے
انتہائی رواداری قرار دینے لگ پڑی ہیں۔
غرض جب بڑے اور چھوٹے اس درجہ اخلاقی
پستی میں گر چکے ہوں کہ بداخلاقی کو خوش اخلاقی
اور ظلم کو انصاف سمجھنے لگ پڑے ہوں تو ایسے
زمانہ میں تو مذہب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

(۲) اس زمانہ میں ہر فرد اور ہر قوم کو اس بات کی
تو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کاش دنیا میں
انسانی زندگی قومی ہو یا انفرادی امن اور
آرام سے گزرے لیکن مذہب کی منکر اور محض
عقل کو رہنما بنانے والی قومیں آج دیکھ رہی
ہیں کہ ان کی عقل نے قوموں کی قومیں ہلاک اور
ملکوں کے ملک ویران اور بحر و بر کی آبادیوں اور
شہروں کو کھنڈرات بنا دیا ہے۔ اور جب
کوئی مغلوب حکومت صلح کے لئے ہاتھ بڑھاتی
ہے تو غالب اور جابر حکومتیں غیر مشروط طور پر
ہتھیار ڈالنے پر اسے مجبور کرنے لگ پڑتی ہیں۔
مگر وہ اتنا نہیں سوچتیں کہ اگر وہ خود مغلوب
ہوتیں تو یقیناً غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے
کی بجائے شرائط والی صلح کو پسند کرتیں۔ اگر
انقلاب زمانہ نے ایک قوم کو مغلوب کر دیا ہے

توکیا یہ ممکن نہیں کہ دوسرے وقت میں یہی
مغلوب قوم غالب آجائے اور جو آج غالب
ہیں وہ مغلوب ہو جائیں ۔ بات صرف اتنی ہے کہ
گردشِ ایام سے غافل ہونے کے نتیجہ میں
وہ نہیں جانتیں کہ نہ رات کا دور دائمی ہے اور
نہ ہر دن کا دور ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا۔
انقلاب کے دروازہ کو کس نے بند کیا ہے
کہ وہ آئندہ بند رہ سکے گا۔ بہت ممکن ہے
کہ نئے انقلاب سے مغلوب حکومتیں غالب
ہو سکیں۔ اس وقت یہی قانون جو آج غالب
حکومتیں پسند کر رہی ہیں ان سے بھی زیادہ
تشدد کے لئے وہ شدید ترین اور تباہ کن قدم
اٹھانے والی ہوں ۔ اس وقت کو ملحوظ رکھ کر
فطرت سے سوال کیا جائے تو فطرت کبھی بھی
اپنے لئے بلحاظ انفرادی و قومی حالات کے
ایسی شدید سیاسی گرفت اور برباد کن سختی کا
قانون پسند نہ کرے گی بلکہ نفرت اور کراہت
سے اس کی مدافعت کے لئے کسی کوشش اور
حملہ کو تلاش کرے گی ۔ سو زمانہ ہمیشہ یکساں
نہیں رہتا ۔ پس غالب کو غلبہ کے حاصل ہونے
کے وقت مغلوب پر رحم کرنا مغلوب کو اسکے
غلبہ کے وقت اپنے اوپر مہربان بنانے کی تحریک
ہاں فطری تحریک ہے ۔ اور رحم اور نرمی کی
تشدد اور سختی کا برتاؤ کرنے سے اپنی تباہی کی
تحریک کے لئے زمانہ کو تیار کرنا ہے۔ کم از کم
مغلوب حکومت صلح کا ہاتھ بڑھائے اور شرائط
پر صلح پیش کرنے کی تحریک ہو تو غنیمت سمجھتے
ہوئے صلح کر لینی چاہیئے ۔ قرآن کی اس امر
کے متعلق کیا ہی پُر حکمت اور امن بخش ہے کہ
اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔
کہ دشمن اگر صلح کے لئے جھکے تو اس کے لئے
فوراً جھک جانا چاہیئے ۔

(۳) عقلِ سلیم اور فطرتِ سلیمہ بھی اگر الہامی تعلیم
اور مذہبی روشنی میں دنیا کے قیامِ امن کو ملحوظ
رکھتے ہوئے غور کرے تو صلح کا ہاتھ جب بھی
ایک فریق کی طرف سے بڑھے دوسرے فریق کو بھی
فوراً بڑھانا مناسب ہے ورنہ باوجود تحریکِ
صلح کے پھر بھی جنگ کو جاری رکھنا اس کے
معنی کسی علمی تدبیر یا عقلِ سلیم کی پیروی کے
نہیں بلکہ درندگی اور وحشت کے وحشیانہ
جوش کا محض انتقامی جذبہ اور مظاہرہ ہے
اور بس جس طرح درندے جب تک کہ انکے
اندر درندگی کا جوش اور غیظ و غضب کا جذبہ
اُبھار میں رہتا ہے وہ دوسرے کی تباہی
اور ہلاکت سے باز نہیں رہ سکتے یہی حالت
ان درندہ صفت انسانوں کی ہے کہ انکی جنگ
کسی امن اور صلح کی غرض سے نہیں ہوتی اور
نہ ہی کسی فتنہ اور فساد کی مدافعت کی غرض سے
ہوتی ہے بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہمارے پاس
ابھی جنگ و قتال کے لئے حربی ساز و سامان

کثرت اور وفور کے ساتھ موجود ہے اور مغلوب حکومت کا ملک جب تک کلیتہً ہمارے زیرِ نگیں نہیں آتا اور اس مقصد کے حصول میں جو روکیں ہیں جب تک وہ ہم دُور نہ کر لیں جنگ بند نہیں ہو سکتی بلکہ جاری رہے گی، ہاں جنگی سامانوں کے قائم رہنے تک قائم اور جاری رہے گی۔ کیا یہ نظریہ کسی اصلاح کا محتاج نہیں؟ اگر محتاج ہے اور محتاجِ اصلاح ہونے سے اس کا فاسد ہونا امرِ مسلّم ہے تو ایسا فساد کس نے پیدا کیا، کیا مذہب نے یا عقل نے؟ ظاہر ہے کہ یہ عالمگیر جنگ جس نے ایک دنیا جہان کو ویران کر دیا اور ڈکٹیٹروں اور عقلی رہنماؤں نے ہی مذہب کو پسِ پشت پھینک کر اطرافِ دنیا میں جنگ کی آگ سلگائی جس نے بڑھتے بڑھتے ایک جہان کو اس کا ایندھن بنا کر رکھ دیا۔ جس سے عقل کا نام اور عقل عقل پکارنے والوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مذہبی تعلقات سے محض بیگانہ ہونے کے نتیجہ میں عقل کی رہنمائی یہ گُل کھلاتی ہے۔

دنیا کی آباد بستیوں کی ویرانی اور آباد شہروں اور ملکوں کی تباہی اور بربادی اور ہولناک نظاروں اور ہیبتناک منظروں - - - - - - - - - سے اس مادی عقل اور گمراہ کن تجویزوں اور فساد آلود تدبیروں پر ماتم کر رہی ہے لیکن باوجود اس سورِ قیامت اور حشرِ عظیم کی سی مصیبت کے احمدی ہاں صرف احمدی جماعت ہے جو موجودہ دَور کے طوفانِ عظیم کی تباہی سے نوحؑ کے سلامتی بخش سفینہ میں بیٹھنے والے ہیں اور حسبِ ارشاد وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ محض خدا اور اُس کے رسول پر سچا ایمان لانے، اُس کی پیش کردہ الہامی اور مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے مقامِ امن میں ہیں۔ عذابوں پر عذاب آتے اور آ رہے ہیں ہلاکتوں سے دنیا تباہ اور برباد ہو رہی ہے اور قوموں کی قومیں زمانہ کی چکی میں پستی جا رہی ہیں اور نقصان پر نقصان اٹھا رہی ہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ ہے کہ وہ ہر طرح کے نقصانوں سے محفوظ بلکہ ترقیات پر ترقیات اور برکات پر برکات حاصل کر رہی ہے۔ کیا اس زمانہ میں کسی سمجھدار کے لئے ان ابتلاؤں اور بلاؤں میں امنِ عالم کے اسباب کا سمجھنا اور محض عقل کی پیروی کے نتائج اور مذہب کی راہنمائی اور پیروی کے نتائج کے درمیان کھلے طور پر فرق اگر معلوم کرنا چاہے تو کیا معلوم نہیں کر سکتا؟ نتائج ہر ایک کے کھلے ہیں اور سامنے موجود ہیں۔ پھر نظری نہیں، روحانی اور مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہیں اور مشہودات سے ہیں۔ پس یہ زمانہ عقل کی خامیاں دکھانے اور مذہب کے فوائد اور خوبیاں ظاہر کرنے کے لئے عجیب زمانہ ہے۔ جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں پائی گئی۔ مبارک ہیں وہ جو اس بدیہی اور کھلے فرق کو سمجھنے کی کوشش کر کے مذہب کی ضرورت کا احساس کریں" +

ارشاداتِ عالیہ

(مرسلہ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

ایک مخلص دوست نے ۵ جون ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں چٹھی لکھی اور عرض کیا کہ نماز کے دوران استغفار اور دعا کرنے کے متعلق وضاحت کی درخواست ہے۔ نیز یہ بھی لکھا کہ بعض علماء کے نزدیک تو نماز میں دعا کرنا اسے فاسد کر دیتا ہے اس پر حضور اقدس ؑ نے اپنی قلم سے یہ تحریر فرمایا کہ:۔

"جواب میں لکھ دیں کہ نماز میں دعا کرنا مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دعاؤں سے بھری ہوتی تھیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں ۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ء میں ایک احمدی دوست نے لکھا کہ مجھ پر بعض دفعہ سخت پریشانی کا دورہ آجاتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ کسی نے تعویذ وغیرہ نہ کرا دیا ہو۔ حضور کوئی دعا وغیرہ تحریر فرمائیں تا کہ ان حوادث سے نجات ہو۔ حضور نے ان کے خط پر تحریر فرمایا:۔

"سوتے وقت آیت الکرسی، قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس تین تین دفعہ پڑھ دونوں ہاتھوں پر پھونک کر اپنے بدن پر مل لیا کریں۔ پہلے اگلے حصہ پر پھر پچھلے حصہ پر جہاں تک ہاتھ پہنچے۔ اس کے بعد اللّٰھم انی اسلمتُ نفسی الیک و وجھتُ وجھی الیک و فوّضتُ امری الیک پڑھیں۔"

ایک خاتون نے سنہ ۴۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں لکھا کہ اس نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور نے اسے بوہڑ کا پتہ دیا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا تھا اور فرمایا کہ جس طرح دمدار تارہ پہلے طلوع ہوا تھا اسی قسم کا یہ دمدار ستارہ ہے جو ان دنوں چڑھا ہے۔ یہ خواب تین دن تک متواتر دیکھا۔ حضور نے اس کی تعبیر میں فرمایا:۔

"دمدار تارہ مخالفوں کے لئے منحوس ہوتا ہے اور مومنوں کیلئے مبارک ہے۔"

ایک غیر احمدی صاحب نے ۱۹۵۲ء میں لکھا کہ مجھے احمدیت سچی معلوم ہوتی ہے لیکن ڈر ہے کہ احمدی ہونے پر سب رشتہ دار چھوٹ جائیں گے۔ اس لئے میرے کاروبار کے لئے کچھ انتظام کر دیں تاکہ میں احمدیت کا اعلان کر دوں۔ حضور نے فرمایا:۔

"احمدیت پیسے نہیں دیتی، قربانی چاہتی ہے۔"

ایک احمدی دوست نے ۱۹۵۰ء میں حضور کی خدمت میں شکایت کی کہ انہوں نے ایک شخص کی بیعت بھجوائی تھی لیکن دفتر نے باوجود اُن کی ذاتی تصدیق کے پھر جماعت کے عہدیداران سے تصدیق کرنے میں دیر کر دی۔ یہ طریق نئے بیعت کرنیوالے کی دل شکنی کا موجب اور ابتلا کا باعث بھی ہو سکتا ہے لہذا اس طریق میں سہولت پیدا کی جائے۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

"ان کو جواب دیں کہ جب کوئی
بیعت کرتا ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک
وہ احمدی ہوتا ہے۔ اگر وہ سچا ہو
پھر اُسے کیا گھبراہٹ لیکن ہمارا
فرض بوجہ عالم الغیب نہ ہونے کے
تحقیق کرنا ہے۔"

ایک دوست نے دریافت کیا کہ کشمیر میں رواج ہے کہ لڑکی والے لڑکے والوں کے لئے برات کی دعوت کے لئے کچھ سامانِ خورد و نوش لیتے ہیں۔ کیا ایسا سامان لے کر برات کی دعوت کرنا جائز ہے؟ یا لڑکی والے اپنے گھر سے ہی برات کے لئے دعوت پکایا کریں؟ حضور نے فرمایا:۔

"(یہ رواج) ناجائز ہے۔"

نیز انہوں نے دریافت کیا کہ کشمیر میں نکاح کے موقعہ پر لڑکی کے والدین مہر کی رقم نقد وصول کرتے ہیں خواہ لڑکے والے قرض لیکر ہی دیں۔ پھر یہ بھی قابلِ دریافت امر ہے کہ مہر کی رقم والدین وصول کر سکتے ہیں یا لڑکی کو ہی دیا جاوے؟ حضور نے فرمایا:۔

"مہر لڑکی چاہے تو نکاح پر لے سکتی ہے۔"

ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ پانی تیزی سے بہ رہا ہے اور کوڑا کرکٹ بہا لیجا رہا ہے۔ حضور نے تعبیر میں فرمایا:۔

"خواب اچھی ہے۔ پانی قرآن ہے
جس کی وجہ سے تمام بُرائیاں دُور ہوتی ہیں۔"

ایک عورت نے حضور ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں لکھا کہ وہ احمدیت کے متعلق مطالعہ کر رہی ہے۔ تمام شبہات ختم ہو چکے ہیں صرف ایک شبہ باقی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے سینے سے نکلنے والے تیز نور میں کلمہ توحید لکھا ہے تب خواب میں میں نے کپڑے سے اپنے سینے کو ڈھانپ لیا۔ حضور نے تعبیر میں فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے سچائی آپ پر کھول دی ہے۔" +

مکرم ملک سیف الرحمن صاحب
مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ

اسلام اور مصوّری و تصویر کشی

اسلام میں تصویر اور مصوری کو پسند نہیں کیا گیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اصنام پرستی اور اکابر پرستی (ہیرو ورشپ) کے فروغ میں اس آرٹ نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہاں تک کہ ماضی میں دونوں قریباً قریباً لازم و ملزوم سمجھے جاتے تھے اور ایک کے تصور کے ساتھ دوسرے کا تصور خود بخود ذہن میں آجاتا تھا۔ گویا تصویر سے تعلق خاطر انسان کی گھٹی میں رل چکا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فریاد کرتے ہیں:-

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ○ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

(ابراہیم ۳۶-۳۸)

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مکہ کے شہر کو امن والی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم معبودان باطلہ کی پرستش کریں۔ اے میرے رب! انہوں نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بیشک بہت عیوب کا ڈھانکنے والا اور سچی کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔"

چنانچہ اسی بناء پر شرک کے قلع قمع اور توحید کے استحکام کی خاطر ان تمام ذرائع سے بچنے کی تاکید کی گئی جو شرک و بُت پرستی کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں ممد و معاون بن سکتے تھے۔ اور اسی صورت حال کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ان تصاویر کے متعلق بھی نکیر فرمائی اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا جن سے بظاہر حالات کسی قسم کی بُت پرستی کا کوئی خدشہ نہیں تھا۔ لیکن جوں جوں توحید کا عقیدہ دلوں میں راسخ ہوتا گیا اور شرک کے امکانات اور اس کے فروغ کے احتمالات کم ہوتے گئے تصاویر کی ممانعت کی شدت میں بھی کمی آتی گئی۔

مصوری کا آرٹ عُریانی، ہوس پرستی اور بے جا تعیش و تجمل کے فروغ کا موجب بھی ہے اور اسلام ایسے

برعکس عفت و عصمت اور سادگی کو بہت اہمیت دیتا
ہے اس لئے اِس مقصد میں حائل ہونے والے مفاسد
سے اجتناب اس کے ہاں پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں تصویر کی علی الاطلاق حرمت کے
بارہ میں کوئی واضح آیت میرے علم میں نہیں ہے۔ البتہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں حسب
حالات و مواقع اس کی ممانعت میں سختی اور نرمی کے
دونوں پہلو نظر آتے ہیں چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ
نے یہاں کعبہ میں پڑے ہوئے بتوں اور مجسموں کو تڑوایا
وہاں دیواروں پر بنی ہوئی تصاویر کو بھی مٹا دینے کا
ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس ارشاد کی تعمیل
میں گیلا کپڑا دیواروں پر پھیر کر ان تصاویر کو مٹا دیا۔
(السیرۃ الحلبیہ ص۱۱۱/۲ - البدایۃ والنہایۃ ص۳۰۱/۴)

اسی طرح حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ مرض
وفات کے ایام میں کسی بیوی نے ماریہ نامی کنیسے کی تصویروں
کا ذکر کیا اس پر حضرت ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ نے بھی
حبشہ کی خوبصورتی اور وہاں کی تصاویر کی دلکشی کا ذکر
کیا۔ حضور علیہ السلام نے سرہانے سے اپنا سر کچھ اوپر
اُٹھایا اور فرمایا ان لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان کا کوئی
صالح آدمی مرتا تو اس کی قبر پر عبادت گاہ بشکل خانقاہ
تعمیر کر دیتے اور اس میں اِس قسم کی تصویریں بناتے۔ یہ
لوگ اِس طرح اکابر پرستی کے فروغ کا موجب بننے کی
وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور بدترین خلائق قرار پائے۔

عن عائشة قالت لما اشتكى
النبيّ صلّى الله عليه وسلّم
ذكر بعض نسائه كنيسة يقال
لها مارية وكانت امّ سلمة
وامّ حبيبة اتتا ارض الحبشة
فذكرتا من حسنها وتصاوير
فيها فرفع راسه فقال
اولئك اذا مات فيهم الرجل
الصالح بنوا على قبره مسجدًا
ثمّ صوّروا فيه تلك الصور
اولئك شرار خلق الله ۔
متفق عليه (مشكوٰة ص۳۸۵)

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ جو شخص تصویر بنائے گا اسے
اُس وقت تک خدا عذاب دیتا رہے گا جب تک کہ وہ
اُس میں روح نہ پھونک دے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام
اُس کی طاقت سے باہر ہے۔

عن سعيد بن ابي الحسن قال
كنت عند ابن عباس اذ جاءه
رجلٌ فقال يا ابن عباس انّي
رجلٌ انّما معيشتي من صنعة
يدي وانّي اصنع هٰذه التصاوير
فقال ابن عباس لا احدّثك
الّا ما سمعتُ من رسول الله
صلى الله عليه وسلم سمعتهٗ
يقول من صوّر صورة فانّ
معذّبهٗ حتّى ينفخ فيه
الروح وليس بنافخ فيها

ابداً۔ (مشکوٰۃ ص۳۸۶)

اس حدیث میں بھی دراصل شرک و بُت پرستی کی ذہنیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بُت پوجا کے پس منظر میں بُت کی زندگی اور اس کے نافع و ضار ہونے کا عقیدہ کارفرما ہے۔ اس لئے انکشاف حقیقت کے طور پر بُت گر سے کہا جائے گا کہ وہ جس عقیدہ کے فروغ کی خاطر بُت گری کرتا تھا اسے اب حقیقت کا جامہ بھی پہنا کے دیکھے۔

مندرجہ ذیل آیت میں بھی یہی حقیقت سمجھائی گئی ہے:۔

اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا
لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۔ (حج ۱/۳۲)

یعنی اگر ایک مکھی اُن کے آگے سے کوئی چیز اُچک کر لے جائے تو وہ اس کو بھی چھڑا نہیں سکتے۔ یہ دعائیں مانگنے والا بھی اور جس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ بھی کتنے کمزور ہیں۔"

(۲) ایک بار آپؐ گھر تشریف لائے تو آپؐ نے مصور پردہ لٹکتے دیکھا۔ آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا خدا نے ہمیں پتھر اور مٹی (کی دیوار) کو لباس پہنانے کے لئے مال نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو تکیے بنا دیئے جو گھر میں استعمال ہوتے رہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے پردہ دیکھ کر فرمایا اسے اتار دو کیونکہ یہ مجھے دنیا یاد دلاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن عائشة انها كانت
قد اتخذت على سهوة
لها سترا فيه تماثيل
فهتكه النبي صلى الله
عليه وسلم فاتخذت
منه نمرقتين فكانتا
في البيت يجلس عليهما
متفق عليه۔

وعنها ان النبي صلى الله
عليه وسلم خرج في غزاة
فاخذت نمطاً فسترته
على الباب فلما قدم فرأى
النمط فجذبه حتى هتكه
ثم قال ان الله لم يأمرنا
ان نكسو الحجارة والطين
متفق عليه (مشکوٰۃ ص۳۸۵)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ممانعت تصاویر سے متعلق کئی احادیث کے راوی ہیں وہ ایک بار تصویر دار چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے کہا حضور علیہ السلام نے فخر و غرور سے بچنے کیلئے تصاویر دار کپڑوں کے استعمال سے روکا ہے

اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فخر و غرور
سے کوسوں دور ہیں۔

پس یہ ناپسندیدگی دراصل بے جا تعیش
اور بے مقصد تجمل نیز سادگی کی بناء پر تھی۔
جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

(۴) حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ایک مصوّر پردہ
لٹک رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا
اسے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ تصویروں کی
طرف دھیان جاتا ہے اور اس سے نماز میں
یکسوئی قائم نہیں رہتی۔

(۵) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میری کچھ گڑیاں
تھیں جن میں کاغذ کے پروں والا ایک گھوڑا
بھی تھا۔ یہ (سجاوٹ کے طور پر) پردہ کے پیچھے
رکھی تھیں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جبکہ حضور
علیہ السلام جنگ تبوک یا حنین سے واپس
تشریف لائے تھے۔ ایک روز ہوا سے
پردہ جو ہٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نظر اُن گڑیوں پر پڑی۔ حضورؐ نے خوش طبعی
کے رنگ میں پوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے
عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا
اور یہ ان کے درمیان کیا ہے؟ میں نے عرض
کیا یہ گھوڑا ہے۔ اور یہ کیا ہیں؟ یہ اس کے
پَر ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا گھوڑا اور پَر؟ میں نے
بھی خوش طبعی کے طور پر عرض کیا کیا آپ نے
سُنا نہیں کہ سلیمانؑ کے پاس پروں والے
گھوڑے تھے۔ اس پر آپ ہنس پڑے۔ (ابوداؤد)

غرض مختلف اوقات میں مختلف وجوہ و مقاصد
کے پیش نظر کبھی آپؐ نے تصاویر سے منع فرمایا کبھی
ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور بعض اوقات جبکہ خرابی کا
امکان نہیں تھا آپ نے اس کے بارہ میں صرفِ نظر اور
چشم پوشی سے بھی کام لیا۔

علاوہ ازیں ہاتھ سے تصویر بنانے اور کیمرہ کے
ذریعہ فوٹو لینے میں بنیادی فرق ہے۔ کیمرہ کی صورت تو ایسی
ہی ہے جیسے آئینہ میں انسان کا عکس آجائے اور پھر
اس عکس کو کسی ذریعہ سے محفوظ کر لیا جائے اس میں اپنی
طرف سے کسی خاص تبدیلی یا کوئی خاص تاثر دینے کی
بہت کم گنجائش ہوتی ہے اور بڑی حد تک اس میں
اظہارِ حقیقت ہی ہوتا ہے لیکن ہاتھ کی تصویر میں تو
دراصل مصوّر اپنا امپریشن اور تاثر دیتا ہے جس میں وہ
خواہ کتنا ہی اصلیت کو اپنانے کی کوشش کرے پھر
بھی کچھ نہ کچھ اس کے اپنے تصورات اور خیالات کی
رنگ آمیزی اس میں ضرور ہوگی۔ اسی بناء پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو جائز نہیں سمجھا گیا کیونکہ
فوٹو تو آپؐ کی کوئی موجود نہیں۔ پس اب جو بھی کوئی آپؐ
کی تصویر بنائے گا وہ اپنے تصور اور خیال کو ضرور
اس میں داخل کرے گا جو دراصل صحیح صورتِ حال کی
منظر کشی نہ ہوگی۔ اور پھر اس بہانے جہاں کئی پہلو
بے جا تعظیم و تکریم کے نکل سکتے ہیں وہاں کئی مواقع
توہین اور بے ادبی کے بھی سامنے آسکتے ہیں۔ اسی لئے
علماءِ اُمّت نے (باستثناء بعض شیعہ حضرات) اس پر

اتفاق کیا ہے اور اسے ایک اجماعی فیصلہ قرار دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصویر بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اِس بارہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور آپ کے خلیفہ اور جماعت احمدیہ کے موجودہ امام کے ارشادات بڑے واضح ہیں جن سے ساری صورتِ حال کھُل کر سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میرا مذہب یہ نہیں کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ فرقہ جن حضرت سلیمانؑ کے لئے تصویریں بناتے تھے اور بنی اسرائیل کے پاس مدّت تک انبیاء کی تصویریں رہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رض کی تصویر ایک پارچہ ریشمی پر جبرائیل علیہ السلام نے دکھلائی تھی اور پانی میں بعض پتھروں پر جانوروں کی تصویریں قدرتی طور پر چھپ جاتی ہیں اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے۔ ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے۔ اور وجع المفاصل و نقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اِس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کُل جانداروں یہانتک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرندا ور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں جس سے علمی ترقی ہوئی۔ پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلے کا استعمال حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہلِ فراست کے لئے ہدایت پانے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔۔۔۔ اسلام نے تمام لغو اور ایسے کام جو شرک کے مؤید ہیں حرام کئے ہیں نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی دیتے اور امراض کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے

اور اہلِ فراست کو ہدایت سے قریب کر دیتے ہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۰-۱۹۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بنانے کی ممانعت کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے ہماری جماعت کے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :-

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع کیا ہے وہ فوٹو نہیں بلکہ تصویر ہے۔ مصوّر انسانی جذبات کا اظہار تصویر میں دکھاتا ہے مگر فوٹو گرافر صرف شکل دکھاتا ہے اس میں باطنی جذبات کا اظہار نہیں ہوتا۔ انبیاء کی تصویر اس لئے ناجائز ہے کہ انبیاء کا کیرکٹر اپنے اندر گوناگوں خصوصیات رکھتا ہے اور ممکن ہی نہیں کہ کوئی مصوّر ان کا نقشہ تصویر میں دکھا سکے..... مصوّر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تصویر کے چہرے پر ایسے اثرات ڈالے جس سے اس انسان کے اخلاق پر روشنی پڑے اور انبیاء کے باطنی کمالات کا اظہار کوئی مصوّر نہیں کر سکتا۔ بالکل ممکن ہے ایک مصوّر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچے مگر آپؐ کے چہرے پر وحشت کا اثر ڈالے۔ وہ تصویر ہو گی مگر لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو گی۔"

(الفضل ۱۴؍اپریل ۱۹۳۱ء)

نوٹ: شیعہ فرقہ میں تمثیل کو مذہبی عقیدہ کے فروغ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ تعزیہ کا جواز بھی اسی خیال پر مبنی ہے۔ اس لئے ممانعتِ تصویر کے بارہ میں ان کے عوام میں وہ شدّت نہیں جو اُمّتِ محمّدیہ کی اکثریت اور علماءِ حق کے ہاں مسلّم ہے۔ تاہم مجھے کسی ایسی دلیل کا علم نہیں جس کی بناء پر شیعہ فرقہ کے سنجیدہ علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کی تصویر کو جائز سمجھتے ہیں۔

سیلِ حوادث

جناب نسیم سیفی،
(سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

دل اپنا بچالے نہ یہاں جان بچالے
اِس دَور میں بچ جائے تو ایمان بچالے

اپنوں سے مجھے، میرے نگہبان بچالے
پھر مجھ پہ ہوئے جاتے ہیں احسان بچالے

تہذیب کی ناؤ ہے اب اک ایسے بھنور میں
انسان کو، ممکن نہیں، انسان بچالے

یہ جوشِ تمنّا تو ہے اِک سیلِ حوادث
اللہ تجھے اے دلِ نادان بچالے

پھر معرکۂ عقل و جنوں ہو کے رہے گا
پھر کوئی دل و دیدۂ حیران بچالے

لے آئے ہیں کچھ لوگ اسے اغراض کی زد پر
تو حافظِ قرآن ہے، قرآن بچالے

تو خوب سمجھتا ہے کہ ہم لائے ہیں کیا چیز
ظاہر میں ہیں گو بے سر و سامان بچالے

وحشت ہے نسیم، آج مری رُو بہ تنزّل
شاید کہ بہاروں ہی کا ہیجان بچالے

مصلح الدین خادم ایم۔ اے
قائد مشرقی پاکستان۔ چاٹگام

"قیامت خیز طوفانوں اور سیلابوں کی سرزمین"
مشرقی پاکستان"

آج سے قریباً ربع صدی قبل سرزمینِ قادیان سے ایک آواز بلند ہوئی جس نے بنی نوع انسان کو حق کی دعوت دی اور لوگوں کو آستانہ الٰہی کی طرف بلایا۔ زندگی کی فلاح و بہبود کا مژدہ جانفزا سنایا اور کامیابی و کامرانی کا پیغام دیا، توحید اور اسلام کے غلبے کی نوید دی۔ اس سلسلے میں دنیا میں جتنے عظیم انقلابات اور تغیرات رونما ہونیوالے تھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے خدا سے خبر پاکر ان کی بھی نشان دہی فرمائی اور ان سب کو آپ نے اپنی صداقت کا معیار قرار دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:-

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوعِ انسان نے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۵۶)

پھر فرماتے ہیں:-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

جب ہم انسانی تاریخ کے گزشتہ ستر سالہ دور کا مطالعہ کرتے ہیں اور ماضی کے ورق اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ دُنیا کے مختلف گوشوں اور مختلف اوقات میں آفات و مصائب کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ آفات کبھی ہیبت ناک زلزلوں اور کبھی خوفناک سیلابوں کی صورت میں نازل ہوتی رہیں۔ اور کبھی تباہ کن جنگوں کی صورت میں بنی نوع انسان کا خاتمہ ہوتا رہا۔ ان بلاؤں سے کروڑوں انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ بعض ان میں سے قیامت کا نمونہ تھے اور اس قدر اموات ہوئیں کہ خون کی نہریں چلنے لگیں۔ اس مرگِ ناگہاں کی یلغار سے چرند پرند بھی متاثر ہوئے اور اس قدر تباہی وبربادی ہوئی کہ بنی نوع انسان نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ تباہی امریکہ میں بھی آئی، یورپ میں بھی آئی اور ایشیا کے ملکوں نے بھی دیکھی اور یہ ملک بھی اس سے نہیں بچا۔

گزشتہ چند سال سے مشرقی پاکستان میں طوفان اور سیلابوں نے جو تباہی مچائی ہے اس کا ایک الم انگیز جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

مشرقی پاکستان ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ قدرت کے دلفریب مناظر کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ دھان کے لہلہاتے ہوئے کھیت، پٹ سن کے ناچتے ہوئے پودے ایک عجیب سماں پیش کرتے ہیں۔ اسی سرزمین میں سرسبز پہاڑیاں اور اٹھلاتے ہوئے نالے اور دریا اس کے حسن میں اور بھی اضافہ کرتے ہیں مگر بدقسمتی سے اس "شسندر دلیس" کو کئی سال سے بڑے بڑے طوفانوں کا سامنا کرنا پڑرہا ہے جس کی بناء پر یہاں کے

ایک اخبار نے مشرقی پاکستان کو "قیامت خیز طوفانوں اور سیلابوں کی سرزمین" سے تعبیر کیا ہے مشرقی پاکستان میں سب سے پہلا اور عظیم طوفان ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو آیا۔ عمر رسیدہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس قسم کا طوفان اہل مشرقی پاکستان نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس طوفان میں نواکھالی اور چاٹگام کے ساحلی علاقے تباہ و برباد ہوئے۔ ساحلی جزیرے ہتیا اور دآم گتی میں جو تباہ کاری ہوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ جزیرے کئی گھنٹوں تک پانی میں غرقاب رہے۔ ۶ بجے شام سے طوفانی ہوائیں چلنے لگیں اور جس کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھتی گئی اور آدھی رات کے وقت طوفان نے اس پورے ساحلی علاقے کو بالکل ختم کردیا۔ مسلسل چھ گھنٹے کے اس طوفان میں ہزاروں لوگ موت کا شکار ہوئے۔ مویشی اور دوسرے جانور طوفان کی لہروں میں بہہ گئے۔ مکانات منہدم ہوگئے۔ فصلیں برباد ہوگئیں۔ سب سے زیادہ تباہی نواکھالی، مونا پور، ماجدی کورٹ اور فینی کے علاقہ میں ہوئی۔ ان علاقوں میں تقریباً ۳ ہزار آدمی ہلاک ہوئے مجموعی طور پر اس طوفان میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ صرف ہتیا میں ایک ہزار آدمی لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ زخمی ہونے والوں کا شمار ہی نہیں۔ ۸۵ فیصد مکانات تباہ ہوگئے تھے۔

ابھی لوگ اس مصیبت سے پوری طرح چھٹکارا بھی حاصل نہ کرسکے تھے کہ ۳۱ اکتوبر کو ایک بار پھر مشرقی پاکستان ہولناک طوفانوں کی زد میں آگیا۔ اس بار چاٹگام خاص طور پر طوفان اور سمندری لہروں کی لپیٹ میں آیا۔

چاٹگام میں قیامت خیز تباہی آئی۔ جس کی نظیر اس سے پہلے اہل چاٹگام نے نہ دیکھی تھی۔ طوفان کی رفتار ۱۰۰ میل سے ۱۵۰ میل فی گھنٹہ تک پہنچ گئی تھی۔ چاٹگام ایک طویل عرصہ تک بیرونی دنیا سے منقطع رہا۔ مواصلاتی نظام درہم برہم ہوگیا تھا۔ وائرلیس اسٹیشن میں دو فٹ پانی داخل ہوگیا تھا۔ قطب دیا اور پتنگا کے ساحلی علاقے پانی میں ڈوب گئے تھے۔ طوفان کے زوردار تھپیڑوں نے بڑے بڑے سمندری جہاز غرقاب کر دیئے تھے۔ ہزاروں چھوٹی چھوٹی کشتیاں، سینکڑوں اسٹیمر اور لانچ سمندری لہروں کے نذر ہوگئے۔ چاٹگام بندرگاہ پر دو ہیبل کرین بیکار ہوگئے۔ دس دس ہزار ٹن کے دو غیر ملکی جہاز ساحل پر الٹ گئے۔ چار بڑے جہاز طوفانی لہروں میں پھنس کر خشکی پر چڑھ گئے۔ قیامت کا وہ منظر دیکھنے میں آیا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سرکاری اطلاع کے مطابق چار ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ بیشمار زخمی اور لاکھوں متاثر ہوئے۔ یہ طوفان اپنی ہلاکت آفرینی کے لحاظ سے ۱۰ اکتوبر کے طوفان سے زیادہ ہولناک تھا۔ چاٹگام جیسا خوبصورت شہر چند گھنٹوں میں تباہ و برباد ہوگیا۔

پھر ۹ مئی ۱۹۶۱ء کو محکمہ موسمیات نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان طوفان کی زد میں ہے۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی تمام اسکول بند ہوگئے۔ تمام دفتروں میں چھٹیاں دے دی گئیں۔ صوبائی گورنر جناب اعظم خان نے اپنا دورہ منسوخ کر دیا۔ ـــــ ۱۰ مئی کو طوفان آیا۔ مشرقی پاکستان کے ۹ اضلاع میں تباہی، بربادی اور ہلاکت سے کہرام مچ گیا۔ سب سے زیادہ تباہی بریسال، باقر گنج، رام گتی، ہتیا میں ہوئی۔ باقر گنج میں ایک ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ بریسال میں ساڑھے چار سو افراد موت کا شکار ہوئے۔ اس طوفان میں پورے صوبے میں مواصلاتی نظام درہم برہم ہوگیا۔ راستے مسدود ہوگئے۔ ریل گاڑیوں کی آمد و رفت منسوخ کر دی گئی۔ اس طوفان سے بے شمار مویشی ہلاک ہوئے اور فصلیں تباہ ہوئیں ـــــ ۱۸ مئی ۱۹۶۲ء کو ڈھاکہ میں ۵۰ میل کی رفتار سے اچانک طوفان آیا۔ زبردست بارش بھی ہوئی۔ اس طوفان میں کئی مکان گر گئے اور کئی جانیں ضائع ہوئیں۔

۱۲ جولائی ۱۹۶۳ء کو ایک زبردست سیلاب آیا۔ ایک اخبار اس المناک حالت کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:-

"چاٹگام کا طوفان زدہ علاقہ جہاں ابھی تک آبادکاری کا کام مکمل نہ ہو سکا ہے کہ طوفان اور "سیلاب نوح" کی زد میں آگیا ہے۔ چاٹگام سے آئے ہوئے لوگوں کا کہنا ہے کہ کاکس بازار، رنگا مٹی اور کپتائی کے علاقے کے علاوہ چاٹگام کے قریب کے علاقے میں دریائے کرنافلی اور دریائے سانگھو میں سیلاب آنے کی وجہ سے سارا علاقہ ایک بحر بے کراں معلوم ہوتا تھا۔ چاٹگام شہر میں عورتیں، مرد، بچے بھیگے ہوئے

کپڑوں میں ملبوس تمام مصائب سے محفوظ ہونے کے لئے پناہ لینے آرہے ہیں۔ جن کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اکثر اپنے رشتہ داروں کے ہلاک ہونے اور تباہی کی داستان بتاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے قیامت صغریٰ کی شکل میں سیلاب آیا۔۔۔۔۔ ابھی حکومت طوفان کی تباہ کاری سے نپٹنے نہ پائی تھی کہ ایک اور آفت نازل ہو گئی۔"

(پاسبان" ڈھاکہ ۱۴ر جولائی ۱۹۶۳ء)

۱۷ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کو پھر سرزمین مشرقی پاکستان میں ایک قیامت خیز طوفان آیا جس کو بعض اخبار والوں نے قیامت صغریٰ سے تعبیر کیا ہے۔ اس طوفان میں بھی چاٹگام، کومیلا، باقر گنج اور باریسال مسلسل ۱۴ گھنٹہ تک طوفان اور بارش کی لپیٹ میں رہے۔ دو بار ایسے جھٹکے محسوس کئے گئے کہ سارا شہر کانپ اٹھا۔ آٹھ ہزار مربع میل کے اندر اس طوفان نے زبردست تباہی مچائی۔ اس طوفان سے دو لاکھ سے زیادہ افراد متاثر ہوئے۔ خاص کر بھولا سب ڈویژن میں زبردست تباہی و بربادی ہوئی۔ پورے علاقے میں مواصلاتی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں، مویشی ہلاک ہوئے، اور کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔

۱۱-۱۲ر مئی ۱۹۶۵ء کو پھر مشرقی پاکستان اس طوفان کی لپیٹ میں آگیا۔ یہ طوفان قریباً ۹ گھنٹے جاری رہا۔ یہ عرصہ لوگوں نے موت وحیات کی کشمکش میں بسر کیا۔ ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ یہ طوفان اپنی ہلاکت خیزی اور تباہ کاری کے باعث اس خطہ کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ پچھلے چار پانچ برسوں کے اندر اس سے پہلے کے طوفان بھی کچھ کم تباہ کن نہ تھے لیکن اس حالیہ طوفان کی ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس بار بھی صوبہ کے جنوبی علاقے ڈھاکہ، چاٹگام، باریسال، نواکھالی، فریدپور، کومیلا، کھلنا اور جیسور اور میمن سنگھ کے علاقے سخت طوفان کی زد میں آئے اور ہزاروں افراد چند گھنٹوں میں لقمۂ اجل بن گئے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق اس طوفان میں چودہ ہزار افراد ہلاک ہوئے اور بیس ہزار مویشی تباہ و برباد ہوئے۔ صرف باریسال، فریدپور اور کھلنا کے علاقے میں چھ ہزار آدمی ہلاک ہوئے اور ۹۲۷ آدمی لاپتہ ہیں۔ شہر ڈھاکہ میں جو تباہی مچی اس کا المناک نقشہ کھینچتے ہوئے ایک اخبار لکھتا ہے:۔

"قریباً ۲ بجے رات کو سارے شہر میں بجلی کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ پورا شہر تاریکی میں ڈوب گیا۔ لوگ اللہ اللہ کرنے لگے۔ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ قیامت کی رات ہے۔ قیامت ہو یا نہ ہو لیکن قیامت صغریٰ کا منظر ہر ایک کی نظروں کے سامنے تھا۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ صبح کو طوفان گزر جانے

کے بعد ڈھاکہ شہر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی دشمن نے اس پر زبردست بمباری کی ہے۔ کچے مکانات پیوند زمین تھے۔ ٹین کی چھتیں غائب تھیں۔ قدم قدم پر تناور درخت، تار، بجلی کے کھمبے اوندھے پڑے تھے۔ مواصلات کے کسی نظام کا کہیں نشان نہ تھا۔" (پاسبان ۱۶ مئی ۱۹۶۵ء)

خریدارانِ "خالد" کی خدمت میں

ایک ضروری گزارش

رسالہ خالد مجلس خدام الاحمدیہ کا اپنا رسالہ ہے اور مجلس خدام الاحمدیہ کے ہر رکن کا فرض ہے کہ وہ اس کی خاطر خواہ اشاعت میں ادارہ کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے۔

خالد کا چندہ خریداری ختم ہونے پر خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی کرنے سے قبل بذریعہ خط اطلاع دی جاتی ہے اور جواب نہ موصول ہونے پر انہیں رسالہ وی پی کیا جاتا ہے۔ مگر بعض خریداران اس کے باوجود وی پی واپس بھجوا دیتے ہیں جس سے شعبہ کو بلاوجہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے حالانکہ آپ ایک کارڈ لکھ کر شعبہ کو ۲۵ پیسے کے نقصان سے بچا سکتے ہیں۔ لہذا خاکسار جملہ خریدارانِ خالد سے التماس کرتا ہے کہ وہ عملہ کے ساتھ تعاون فرمائیں اور وی پی واپس نہ بھجوائیں۔

اگر خدانخواستہ رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو خط ملتے ہی اطلاع دے دیا کریں۔ نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اگر غلطی سے وی پی ہو جائے تو بھی وی پی وصول کر لیا کریں۔ آپ کی طرف سے اطلاع آنے پر وی پی کے ذریعہ وصول شدہ چندہ اگلے سال کے لئے شمار کر لیا جائے گا۔

خاکسار کو امید ہے کہ خدام بھائی خالد کو اپنا قومی رسالہ سمجھتے ہوئے اسے ہر قسم کے نقصان سے بچانے کی کوشش کریں گے اور کسی صورت میں بھی وی پی واپس نہیں بھجوائیں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

جناب ایم - این - رائے

اسلام کا تاریخی کارنامہ

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی غیر معمولی کامیابی کا راز اس کی انقلابی اہمیت میں مضمر ہے۔ اس نے عوام کو فرسودہ اور قدیم تہذیب سے باہر نکالا - جو نہ صرف یونان اور روم میں مائل بہ تنزل تھی بلکہ جس کے پارے فارس، چین اور ہندوستان میں بھی رل رہے تھے۔ مشہور مؤرخ گبن کے الفاظ میں "اسلام ایک ایسا زبردست اور یادگار انقلاب تھا جس نے دنیا کی تمام اقوام کے کردار پر ایک نئی اور پائیدار مُہر ثبت کر دی"

عام طور پر مسلمان تیغ آزماؤں کی بہادری کے کارناموں پر زور دیا جاتا ہے لیکن افسوس کہ اسلامی انقلاب کے دیگر عظیم الشان کارناموں کو کوئی بھی تحقیق کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ مسلمانوں کی فتوحات تو سماجی اور کلچری سرزمین میں ایک دائمی سطوت کا پیش خیمہ تھیں، ان فتوحات نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جن میں سیاسی ہم آہنگی، اقتصادی تموّل اور تمدن قائم ہو سکے - دول فارس و روما کے کھنڈر صاف کرنے کی ضرورت تھی تاکہ ایک نیا سماجی نظام نئے خیالات اور مقاصد کی شمع لے کر اٹھے اور تیرہ و تار دنیا میں علم کا نور پھیلائے مجوسی تصوف کے گندے توہمات اور یونانی کلیسا کے ناگفتہ بہ ماحول نے فارس اور بزنطینی ممالک کو ذہنی پستی اور اخلاقی کمزوریوں کے قعرِ مذلت میں پھینک دیا تھا۔

اسلام ایک زبردست سیاسی تحریک تھی

اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں وہ ایک آواز تھی جس نے عرب کے قبائل کو متحد کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد سیاسی اور مذہبی مرکزیت کے جھنڈے تلے سلطنتِ روما کے وہ تمام ایشیائی و افریقیائی صوبے جمع ہونے لگے جو قدیم متزلزل نظام سے نکلنا چاہتے تھے عیسائیت میں نہ تو اگلا سا جوش تھا اور نہ اس کی انقلابی اہمیت ہی باقی تھی۔ اپنے کمزور کاندھوں پر وہ خانقاہیت کا پشتارہ لے کر کانپ رہی تھی - ایسے نازک وقت میں عربستان سے اُمید کی کرن پھوٹی - اسلام کی تلوار بظاہر خدا کی خدمت کے لئے بلند ہوئی لیکن درحقیقت اس نے ایک ایسے سماجی اور ذہنی نظام کا سنگِ بنیاد رکھا جس نے تمام فرسودہ خیالی، توہم پرستی اور قدیم مذاہب کو موت کی گہری نیند سُلا دیا۔

اسلامی انقلاب کی قیادت قریش نے کی - مکہ

کے یہ مجاور برسوں سے مشرق و مغرب کے درمیان تجارت کا اتصال بنے ہوئے تھے۔ تجارتی زندگی نے ان میں وہ صلاحیتیں پیدا کر دی تھیں جو کسی جماعت کو قیادت کے قابل بنا دیتی ہیں۔ دراصل تجارت وسیع النظری کا باعث ہے۔ دُور دراز ممالک کی سیر، ہر ملک کے بھانت بھانت کے لوگوں اور ہر نسل کے آدمیوں سے ملنے کے باعث تاجر اپنے مقامی توہمات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اس میں رواداری، غیروں سے ہمدردی اور دوسرے مذاہب کے عقائد اور خیالات سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے، مشاہدہ اور قوتِ متخیلہ میں وسعت آجاتی ہے۔ وہ گھریلو خوش اعتقادی پر مگن نہیں ہوتا۔ تنقیدی نگاہ اس کو باب العلم پر لا کھڑا کرتی ہے۔ تاجر اپنے پیشہ سے تجرّد خیالی سیکھتا ہے ـــــ وہ خندہ لب تماشا دیکھتا ہے کہ بعض لوگ ہیں کہ ہزارہا تعصبات کی پرستش کو خدائی ادراک کہتے ہیں۔ بعض واہیات رسوم میں کامل اعتماد رکھتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو عقیدت مندی میں توہمات کو ابدی حقیقت خیال کرتے ہیں۔ تاجر کھڑا کھڑا ان کی خوش اعتقادی پر مسکراتا ہے، ان کی ذہنی پستی پر افسوس کرتا ہے، لیکن اعتقاد کے اُن یکساں اصولوں کی عزت کرتا ہے جو ان مذہبی مزخرفات کی تہ میں چھپے ہوتے ہیں۔

تاریخی پس منظر اور سماجی حالت نے اسلام پر رواداری کا ٹھپہ لگا دیا۔ کوتاہ بین حضرات کے نزدیک اسلام کا شدید تعصب کچھ بھی معنی رکھتا ہو لیکن حقیقت بین ان باتوں پر یقین نہیں کرتے۔ اسلام کا بنیادی اصول یعنی لا اِلٰہ اِلّا اللہ رواداری کا حامل ہے۔ اگر دنیا مع اپنی کوتاہیوں کے اور مخلوق باوجود اپنی غلطیوں کے خدا کی خلقت ہے تو اس نظریہ کا ماننے والا خواہ ان کی کوتاہیوں پر افسوس کرے خواہ دنیاوی لغویات کو تمسخر کی نگاہ سے دیکھے لیکن ان کو بدی کے دیوتا کے کرتوت سمجھ کر ان کے خلاف جنگ نہیں کر سکتا۔ اس کے نزدیک وہ تمام لوگ جو غلط مذاہب کے پیرو ہیں، اس کے گمراہ بھائی ہیں لیکن ہیں اس خدا کی خلقت وہ ان گمراہوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے گا اور دیدہ و دانستہ ان کی غلطیوں سے درگزر کرے گا یہاں تک کہ وہ بھی دائرۂ حق میں آجائیں۔

سماجی خودکشی اور ذہنی پستی کے اس تاریک دَور میں رسولِ عربیؐ کا پُر امنگ اور رجائی پیغام اُمید کی کرن بن کر پھوٹا۔ نئے مذہب کی دنیاوی اور روحانی نعمتوں نے لوگوں کے دلوں کو اپنا لیا۔ دنیاوی جدوجہد میں ناکام اور فرسودہ خداؤں کے توہمات میں پھنسے ہوئے مجبور انسان اسلامی بانگِ دُہل سے چونک پڑے اور اس کو اپنی ترقی کا وسیلہ و حاجت روا سمجھ کر اس کی طرف بڑھنے لگے۔ نئے مذہب کی راسخ الاعتقادی اور نیچر سے قربت کی وجہ سے مسخ شدہ عیسائی رہبانیت کا جنازہ نکل گیا۔ ناامیدی کے گھٹا ٹوپ بادلوں میں گھرے ہوئے

انسانوں کے سامنے اسلام نے ایک منوّر راستہ بنا دیا۔ اس نے ایک ایسے سماج کی بنیاد رکھی جس میں ہر فرد کو اپنی شخصیت کے ارتقاء اور ترقی کے بلند مدارج پر پہنچنے کے مواقع ملنے لگے۔ اسلام کی اسپرٹ اور عرب فاتحین کی حکومت میں شمالی افریقہ کے سوکھے کھیت دوبارہ لہلہانے لگے اور اگلی سی خوشحالی پھر لوٹ آئی۔

عیسائیت کی ابتری کے بعد ایک مستحکم اور عملی شریعت کا ظہور تاریخی ضرورت تھی۔ اسلام نے نہ صرف اپنے پیروؤں سے جنّت کی نعمتوں کا وعدہ کیا بلکہ ان میں جہانگیری کی رُوح پھونک دی۔ دراصل جنّت تو دنیا میں ایک بامقصد، خوشحال اور بلند پایہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے افرادِ قوم کے لئے نہ صرف ایک سیاسی اساس قائم کیا بلکہ انہیں ایک انقلابی نعرہ سے مسلح کر دیا جس نے سوتوں کو جگا دیا اور جس کی آوازِ بازگشت پہاڑوں، میدانوں، جنگلوں، صحراؤں، دریاؤں اور سمندروں میں گونج گئی۔

(انگریزی سے ترجمہ)

بقایا داران

رسالہ خالد اپنے ذمہ واجب الادا بقایا جات ادا فرما کر ادارہ سے تعاون فرمائیں!

(مینیجر)

مجالس خدام الاحمدیہ ہفتۂ وصولی منائیں!

از ۴ر جولائی ۱۹۶۵ء تا ۱۰ر جولائی ۱۹۶۵ء

جیسا کہ پہلے بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ رواں مالی سال کے آٹھ ماہ گذر جانے کے باوجود ابھی تک مجالس کی طرف سے ارسال کردہ چندہ کی وصولی مجموعی اور انفرادی طور پر مشخصہ بجٹ سے بہت کم ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تمام مجالس چندہ جات کی وصولی کے لئے مہم کے رنگ میں کوشش کریں۔ لہذا تمام مجالس خدام الاحمدیہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ ۴ر جولائی ۱۹۶۵ء سے ۱۰ر جولائی ۱۹۶۵ء تک خدام الاحمدیہ کے چندہ جات کی وصولی کیلئے ہفتۂ وصولی کا اہتمام کریں۔ والسلام

خاکسار

مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

رپورٹ بارھویں مرکزی تربیتی کلاس

بارھویں مرکزی تربیتی کلاس کی تفصیلی رپورٹ الفضل کی دو اشاعتوں میں شائع ہو چکی ہے اب ذیل میں تربیتی کلاس کے آخر پر طلبہ کا جو امتحان لیا گیا تھا۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبہ کے اسماء

اس کلاس میں قرآن کریم، حدیث، ضروری فقہی مسائل، علم کلام اور عیسائیت، قواعد عربی، موازنہ کمیونزم اور اسلام اور ابتدائی طبی امداد کے مضامین پڑھائے جاتے رہے اور علی الترتیب محترم مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب، خاکسار محمد شفیق قیصر، مکرم مولوی محمد احمد صاحب ثاقب، مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف، محترم سید محمود احمد صاحب ناصر۔ مکرم ملک مبارک احمد صاحب، مکرم انور حسین صاحب ایم۔ اے اور مکرم سید امین احمد صاحب بی۔ ایس سی نے اپنا قیمتی وقت دے کر مندرجہ بالا مضامین پڑھائے۔ اس کے علاوہ شام کو روزانہ ایک گھنٹہ تک مکرم محترم مبارک احمد صاحب انصاری مہتمم صنعت و حرفت اور ان کے ساتھ منیر الدین صاحب اور حمید احمد صاحب طلبہ کو مختلف صنعتیں سکھلاتے رہے۔ اس دوران میں طلبہ نے کرسی بننا، فریم سازی۔ فرنیچر پالش بنانا سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

کلاس کے اختتام پر تمام مضامین کا امتحان لیا گیا۔ جس میں ۱۱۲ طلبہ شامل ہوئے۔ کامیاب ہونے والے طلبہ کو محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اپنے دست مبارک سے مورخہ یکم مئی ۱۹۶۵ء کو اسناد تقسیم فرمائیں۔ ذیل میں کامیاب ہونے والے طلبہ کے اسماء دیئے جاتے ہیں:-

نام طالب علم	نام مجلس	نمبر حاصل کردہ
محمد عبد الواسع	لاہور	۱۵۷/۳۷۵
عبد المنان فیاض	میانی (سرگودھا)	۱۶۵
شہزادہ ضیاء الرحمٰن	جہلم	۱۳۷
محمد نصر اللہ العزیز	چک نمبر ۴۳۳ ج۔ب لائلپور	۱۲۵
مبارک احمد	لائلپور	۱۷۸
کریم احمد صاحب	جھنگ صدر	۱۳۸
راجہ محمد اقبال شاہین	چک نمبر ۲ گجرات	۱۴۳
نعیم احمد صاحب	لاہور	۱۲۶
عبد الودود	"	۱۹۳
سید شکیل حسن	کراچی	۱۵۹
چوہدری بشیر احمد	"	۱۴۸
عبد المغنی	ربوہ	۱۸۲

نام طالب علم	نام مجلس	نمبر حاصل کردہ	نام طالب علم	نام مجلس	نمبر حاصل کردہ
رفیق احمد	فیروز والہ	۲۱۴	کرامت اللہ	مدرسہ چٹھہ	۱۷۱
محمد اکرم	گوٹھ شاہ دین	۱۲۰	حفیظ احمد جاوید	سرگودھا	۱۲۰
خلیل احمد	گھسیٹ پور	۱۲۸	عبد الشکور	لاہور	۱۲۱
طاہر احمد	لائل پور	۱۲۰	شاہد خلیل ملک	"	۱۹۱
محمد اکرم نسیم	جھنگ صدر	۱۶۷	منصور احمد ناصر	"	۱۷۹
محمد اکرم	لائل پور	۱۳۸	اعجاز احمد خان	منت نگر لاہور	۱۴۵
محمد رفیع الدین	ربوہ	۱۲۲	صداقت الرحمن	قصور	۱۵۴
رشید الدین	لاہور	۱۴۰	علیم الدین	"	۱۴۷
انعام الحق	لیسی	۱۳۴	عبد الغفور	لاہور	۱۲۸
محمد اکرم	چک نمبر ۲ گجرات	۱۴۳	ناصر احمد قمر	"	۱۸۷
بشیر احمد	" " "	۱۲۷	محمد اسحاق	چک نمبر ۶۴ لاہور	۱۲۰
عطاء اللہ	داتہ ضلع ہزارہ	۱۸۰	شمیم کرشن	ربوہ	۱۳۱
عبد الحفیظ	لاہور	۱۲۰	بشیر احمد قمر	احمد نگر	۱۳۵
سید منیر احمد	ربوہ	۱۲۱	منصور احمد خان	"	۱۴۹
پرویز احمد	مغلپورہ	۱۲۵	سلیم احمد	ملتان	۱۴۰
مسعود احمد	چک نمبر ۴ جنوبی سرگودھا	۱۶۲	خواجہ محمد شوکت بٹ	احمد نگر	۱۳۴
سید منصور وقار بخاری	لاہور	۱۲۷	محمد اصغر سلطان		۱۴۵
پیر عبد اللطیف	راہوالی	۱۵۹	اعجاز احمد	لاہور	۱۲۰
خواجہ نصیر احمد	وزیر آباد	۲۲۰	مبشر احمد	"	۱۲۰
خان خالد محمود خان	راولپنڈی	۱۳۵	منصور احمد منور	اوکاڑہ	۱۵۷
لئیق احمد انصاری	ربوہ	۲۵۰ اول	نصیر حیدر	چک نمبر ۹۹ سرگودھا	۱۲۰
غلام مرتضیٰ	"	۱۵۷	ملک عابد ربانی	گجرات	۱۲۴
اعجاز احمد بہار	لاہور	۱۶۳	رفیق احمد	ہانڈو گوجر (لاہور)	۱۲۰
مبارک احمد ناصر	گنج مغلپورہ	۱۲۲	رشید احمد	گجرات	۱۲۰

نام طالب علم	نام مجلس	نمبر حاصل کردہ
محمد یونس	گجرات	۱۲۵
مبشر احمد	"	۱۳۶
طاہر احمد صادق	گوجرانوالہ	۱۵۲
ناصر احمد	پانڈو گوجر (لاہور)	۱۳۸
رشید احمد	گنانوالی (شیخوپورہ)	۱۲۹
فاروق احمد	چک ۹۹	۱۲۰
مسعود احمد خالد	جھنگ شہر	۱۴۲
رفیق احمد	بالاکوٹ	۱۲۱
مقصود احمد	مردان	۱۲۲
خواجہ صفی الدین	ربوہ	۱۸۵
ساجد رفیق	لاہور	۱۲۹
ظفر اللہ خان	چک سکندر (گجرات)	۱۴۱
محمد محسن	گوجرہ	۱۶۶
محمد شریف	منٹگمری	۱۲۰

نام طالب علم	نام مجلس	نمبر حاصل کردہ
مبشر احمد آذر	لاہور	۱۵۶
نعیم احمد	لائل پور	۱۲۶
مرزا شاہد	ربوہ	۱۲۰
سفیر احمد باجوہ	"	۱۶۸
سید ساجد احمد	حافظ آباد	۲۰۵
مبشر احمد سولنگی	ایبٹ آباد	۱۲۱
محمود احمد	ربوہ	۱۲۹
مسرور احمد	ترگڑی (گوجرانوالہ)	۱۳۱
عبد السلام عارف	جڑانوالہ	۱۵۱
خالد محمود ملک	ربوہ	۱۲۰
طاہر محمود	"	۱۲۳

محمد شفیق قیصر
منتظم تربیتی کلاس

مرکزی تربیتی کلاس

میں

خدام کو پورے خلوص اور ذوق وشوق سے شریک ہونا چاہیئے

کیونکہ یہ سلسلہ سے وابستگی اور ازدیادِ علم کا بہترین ذریعہ ہے

خدّام الاحمدیّہ کا مرکزی امتحان

خدّام کے دینی علوم کے معیار کو بلند کرنے کے لئے ہر سہ ماہی معیار کے علیحدہ علیحدہ سالانہ امتحان کے بجائے چار کورسز مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر خادم کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ باری باری ان میں شریک ہو۔ کامیاب ہونے والے خدام کو مرکز کی طرف سے خاص اسناد دی جائیں گی۔ ان امتحانات کے لئے حسب ذیل اسماء تجویز کئے گئے ہیں:۔

(۱) مبتدی۔ (۲) مقتصد۔ (۳) سابق۔ (۴) فائز

امسال صرف "مبتدی" کا امتحان ہوگا۔ جس کے لئے ایک پرچہ ہوگا۔ اور یہ امتحان ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوسرے عشرہ میں لیا جائے گا۔ قائدین کرام کوشش فرمائیں کہ اس میں تمام خدام شریک ہوں۔ نیز قائدین کے لئے بھی اس امتحان میں شریک ہونا ضروری ہوگا۔ نصاب امتحان "مبتدی" حسب ذیل ہے:۔

ا۔ قرآن کریم۔ پہلا پارہ مع ترجمہ	۴۰ نمبر
ب۔ حدیث شریف۔ نبراس المؤمنین	۳۰ نمبر
ج۔ کشتی نوح۔ احمدیت کا پیغام۔ کتابچہ عام دینی معلومات (شائع کردہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ)	۳۰ نمبر

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیّہ مرکزیّہ)

مضمون نویسی کا انعامی مقابلہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ہر سال علمی و تحقیقی مضامین لکھنے کا مقابلہ کروایا جاتا ہے۔ امسال اِس انعامی مقابلہ کے لئے دو عنوان مقرر کئے گئے ہیں :-

۱- اسلام کی برتری ادیانِ عالم پر۔

۲- اسلام کا اقتصادی نظام۔

اِن دونوں میں سے کسی ایک پر مقالہ لکھنے کی اجازت ہو گی۔ یہ مقالہ دس سے پندرہ ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ اوّل، دوم اور سوم آنے والے خدام کو بالترتیب چالیس ۴۰، پندرہ ۱۵ اور دس ۱۰ روپے کے نقد انعامات سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۶۵ء کے موقع پر دیئے جائیں گے۔ خدام کو اِس علمی مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرنی چاہیئے شہری مجالس کوشش کریں کہ ان کی مجلس کی طرف سے کم از کم ایک نمائندہ ضرور اِس مقابلہ میں شریک ہو۔ قائدین کرام اِس طرف توجہ فرمائیں۔ بہت کم مجالس کی طرف سے اِس میں شمولیت کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ مقالہ جات ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء تک مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نام بھجوا دینے چاہئیں۔ اِس تاریخ کے بعد موصول ہونے والے مقالہ جات مقابلہ میں شریک نہ کئے جا سکیں گے۔

(مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

امتحان وظائف اطفال الاحمدیہ

شعبۂ تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ہر سال اطفال کا ایک انعامی امتحان منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں اوّل و دوم آنے والے اطفال کو دس دس روپیہ ماہوار کے تعلیمی وظائف ایک سال کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

اِس سال سے اِس امتحان کے لئے حسب ذیل شرائط ہوں گی :۔

۱۔ اِس امتحان میں صرف وہ اطفال شریک ہو سکیں گے جو اطفال الاحمدیہ کے چاروں امتحان یعنی (۱) ستارۂ اطفال (۲) ہلالِ اطفال (۳) قمر اطفال (۴) بدر اطفال پاس کر چکے ہوں۔

۲۔ ایک طفل یہ وظیفہ صرف ایک مرتبہ ہی حاصل کر سکے گا۔ وظیفہ حاصل نہ کر سکنے کی صورت میں دوبارہ امتحان میں شریک ہو سکے گا۔

۳۔ یہ امتحان ہر سال ماہ اگست کے آخری عشرہ میں ہوا کرے گا۔

۴۔ تین پرچہ جات میں کامیاب ہونے والے اطفال کو ان کی کامیابی کی اطلاع قائد مقامی کی وساطت سے دی جائے گی تا وہ تقریر اور انٹرویو کے لئے سالانہ اجتماع میں شامل ہو سکیں۔

اِس امتحان کے لئے مستقل نصاب مقرر کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے :۔

۱۔ پہلا پرچہ :۔ نماز باترجمہ۔ قرآن کریم پہلا پارہ۔ نبراس المؤمنین (حفظِ قرآن کریم آخری

پندرہ سورتیں۔ اس کا امتحان انٹرویو کے ہمراہ سالانہ اجتماع کے موقع پر ہوگا) ۱۰۰ نمبر

۲۔ دوسرا پرچہ:۔ کشتی نوح۔ سیرۃ سید الانبیاء از شیخ عبد القادر صاحب مربی سلسلہ
سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۰۰ نمبر

۳۔ تیسرا پرچہ:۔ ۱۔ کتابچہ عام دینی معلومات شائع کردہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ
۲۔ سال بھر کے تشحیذ میں شائع ہونے والی معلومات ۱۰۰ نمبر

۴۔ تقریر بر موقع سالانہ اجتماع ۳۰ نمبر

۵۔ انٹرویو و حفظِ قرآن کریم ۳۰ نمبر

۶۔ رپورٹ ناظم اطفال مقامی بوساطت مہتمم صاحب اطفال ۴۰ نمبر

میزان ۴۰۰

قائدین کرام کوشش فرمائیں کہ ان کے حلقہ کے اطفال زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس امتحان میں شامل ہوں۔ شامل ہونے والے اطفال کی تعداد سے جولائی کے آخر تک مطلع فرمائیں۔ تا انہیں پرچے بھجوائے جاسکیں۔

مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

تعلیمی کارڈ

مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ کے فیصلہ کے مطابق ہر خادم کو چاہیئے کہ وہ اپنا تعلیمی کارڈ اپنے پاس محفوظ رکھے اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اس کارڈ میں دیگر اندراجات کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی مکمل فہرست ہے اور اس کی قیمت صرف سات نئے پیسے ہے۔ جو اس کی لاگت کے برابر ہے۔ ہر خادم کو چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً ان کُتب میں سے جو کتاب پڑھے معمولی امتحان کے بعد اس کارڈ میں اندراج کروالیا کرے۔ مجالس اس امر کا بھی انتظام کریں کہ سالانہ اجتماع کے موقع پر علمی مقابلہ جات میں شامل ہونے والے خدام اپنا تعلیمی کارڈ ہمراہ لائیں۔ ان مقابلوں میں صرف ایسے خدام ہی حصہ لے سکیں گے جن کے پاس تعلیمی کارڈ اور اُن کے اندراجات درست ہوں گے۔ نیز ایسے خدام کو اس موقع پر خاص انعام دیا جائے گا جن کے تعلیمی کارڈ کے جملہ اندراجات مکمّل ہوں گے۔

شہری مجالس کے قائدین کرام سے خاص طور پر درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی مجالس کا جائزہ لیں کہ آیا ہر خادم کے پاس اسکا تعلیمی کارڈ موجود ہے۔ اگر نہیں تو مہیا کرنے کا انتظام فرمائیں۔

مرکزی دفتر سے یہ کارڈ قیمت بھجوا کر یا بذریعہ وی پی منگوائے جا سکتے ہیں۔

مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

Regd. No. L. 5830 JULY 1965 Telephone : 4

Monthly **KHALID** *Rabwah*

خدام الاحمدیہ کا چوبیسواں مرکزی

سالانہ اجتماع

ہمارا آئندہ سالانہ اجتماع انشاءاللہ العزیز مورخہ ۲۲-۲۳-۲۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء بمطابق ۲۶-۲۷-۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ بروز جمعہ ہفتہ اتوار ربوہ میں اپنی سابقہ شاندار روایات کے ساتھ منعقد ہو گا۔

اس اجتماع کی چند اہم خصوصیات یہ ہیں

* روح پرور ماحول * ذکر الہی
* تلقین عمل * دینی علمی مقابلے
* مذہبی و علمی سوالات کے جوابات * مجلس شوریٰ
* ورزشی مقابلے * علمی و تربیتی تقاریر

اطفال الاحمدیہ کا اجتماع بھی انہی تاریخوں میں علیحدہ انتظام کے تحت منعقد ہو رہا ہے۔

ہمارا یہ اجتماع خدام و اطفال کی روحانی علمی اور عملی تربیت کا ایک نادر موقع ہے۔ اس لئے اس میں زیادہ سے زیادہ خدام و اطفال کو شامل ہونا چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں صحیح رنگ میں اپنے اس قومی اجتماع کی برکات سے نوازے۔ آمین

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Only Title Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.